

वीर सेवा मन्दिर दिल्ली



क्रम सख्या _____

काल न० _____

खण्ड _____

वीर सेवा मंदिर सुलतानपुर

एन. ३२६७

२२, एरियनगर, के. पी.



اسی چندن پہ کیا وار استگر ہو کر

جسکی خوشبو نہاں ست تہا ہر فرڈ ہشر

تہا سفر آخری کرنے کو سو امی تیار	بند آنکھیں ہوئیں جاتی ہیں گر تہا بشیر
کر کے جاتی ے خطب اس کہا آ جاتی	بجھتہ قربان بعد شوق رسالہ جاتی
یاد کہنا نہ کہی بہو لہنا یہ آخری بول	ہے تہا ے لئے میری یہ نصیحت انمول
دیکھنا دہرم کو کرنا نہ فراموش کہی	دہرم سیوا کا نہ ٹھنڈا ہو ذرا جوش کہی
دہرم سیوا میں مرد چلتے ہو گر حبنا	کیونکہ اس حال میں مر رہے سراسر حبنا

قوم مذہبے دی جیں ہے دہرم کا جوش

ہے یہ لازم کہ میں ہوں اتنا ہی کہہ کر خاموش

شیخ شیراز کو خدا بخشے خوب فرما گئے کہ اے انسان
 یاد داری کہ وقت زادن تو ہمہ خداں بُند و تو گریاں
 آپھناں زی کہ وقت مردن تو ہمہ گریاں شونہ و تو خنداں

کرم سیروامی شرد و ماتند کے آخری لہل

(انوپ چند آتلب پانی پتی)

ویدکی دوشنی دنیا کو دکھائی جس نے	آگ مند ہی کی ہراک دلیس لگائی جس نے
فقیہ درد اناہتوں کا سنایا جس نے	حال پر سوزا چھو تو لگاتایا جس نے
جس کرم میرے مہارت کی پلٹ دھمکت	جس کرم میرے دنیا کی بدل دی قیمت
جس کرم میرے گلزار بنائے جنگل	جس کرم میرے قوم میں بچا دی پھل
حیف مدحیف وہ بہارت کا ستارہ رہا	غم نصیبوں کیلئے کوئی سہارا نہ رہا

یاد ہے اس کی زمانہ میں ہراک سو جاری

اس کی فرقت کی گئی تیغ جگر پر کاری

کوئی قاتل سے یہ پوچھے کہ یہ کیا ظلم کیا	فائدہ کیا تجھے اس ظلم سے گنجت ملا
دارگوئی کا سوامی یہ کیا کیوں تو نے	بار کندہوں پہ گناہوں کا کیا کیوں تھے
تھا وہ چندن کر زمانے میں بہکت ہی لگی	دیہوم اس مہر میں تا اوج فلک تھی جگی

شروح صابلی

(منہج فکر منشی دیانتد صاحب درامبرٹھی)

یاد رکھنا ہمیں فردوس کے جانے والے
 جہنم کی سزا ہو سکتی ہے
 دل کو بچین بہت رکھتا ہے رکھتا جانے
 خواستگاروں پہ ترے کوہ الم لوٹ پڑا
 حیف کس وقت میں بگڑے تیرا سبز دج
 قلب دشمن تھا ترا بل چراغ خورشید
 گردہ کو تری اس کام میں پہچانہ کوئی
 صد مہر فرقت کا تری ہم ہیں اٹھانے والے
 اپنے عشاق سے منہ اپنا چھپا دینے والے
 لوٹ کر صدمہ ہی آنا دے جانے والے
 دہرم کے واسطے اندوہ اٹھانے والے
 نعمت راہ حقیقت کے سنا دینے والے
 راہ بچوں و خطر ہم کو دکھانے والے
 پاشکستہ ہو شد ہی کے سنا دینے والے

دل پہ چھائی ہے گہنا فرقت سولی کی دیا
 منہ کے قطروں کی طرح اشک ہیں نیلے

شہید

(ہندت پرچین صاحب اختر)

ہوئے جب سے شہید شہر نامند قوم ساری ہے وقف آہ و قہقار

سُن آئے قاتلا کھٹیاں کھٹیاں کی۔ تو تامل سا ڈاؤ لارام لہو میں
 تیرے گل اوہدا کوئی جویر ناسی دنیا وچ کیتا مندا کام ایو میں
 نرا پر ادھ دے گھاتنگ وانرک واسا کہندے اکھلائی اسلام پوڑیا
 کھوٹا کرم کر کے کیتا پایا ادے قوم اپنی نوں بدنام ایو میں
 (بیم بین شرواز شکر)

شروہا کا پھل

اٹھ گیا ہے جہاں سے وہ بندہ	تھا جو حق میں۔ بقا کا جو نیدہ
مرنا جینا جے سمجھتے ہیں	ساری دنیا کا ہے یہی دہندہ
موت لاریب پئے سعید وہی	نام ہو جس سے جگ میں تابندہ
پھل ملے اُسے یہ شروہا کا	مر کے بھی شروہا تندرست ہے زندہ

قدسیوں میں وہ ہو گیا شامل
 عرش پر نام ہو گیا کندہ
 یدم

سوامی شرومانتہ جی کا بلیدان

آریہ مہر وایشی وادھیان دھروکر پانال جبر دی ویا سند آئے
 پرگٹ نوین سرود نون جنھاں کیتا بجلت لاسیاں دین آئند آئے
 کھا کے زہر ادھ بھی بلیدان ہوئے کرن دھرمیاں دسر ملند آئے
 پچے آریہ دیرندھرک سادھو۔ وارن سیریں سوامی شرومانتہ جی

سکھیا سوامی دی کیتی گرن جس دھ دیش دے دھرم پر جاد کیتا
 آریہ پرتی ندھی سجھانا کے تے۔ پیر جنھاں سلج واپار کیتا
 سجھ چھڈ کمزوریاں بنے آریہ۔ نال سجنم دا خوب سدھ کیتا
 تن من دھن سب واریا اس اول ایسا دھرم دینال پیاد کیتا

ہندو قوم راتل نوں پئی جاندی۔ ایس بات دا بیٹھ وچار کیتا
 کہندے کوں کوڑیتیاں دودھو دن۔ انہاں دیش نوں مار دیا کیتا
 سوامی ہندو سماج دے نال شامل ملکانہ پنجاب۔ بزار کیتا
 ایسے دیش تیشی نوں نال دھوکے مار کم کی دستھ بدکار کیتا

شمع سے اس گل خوشنک کو تو زاپھر کیوں : تیرے توفیق شکر وہ اگر غار نہ تھا
 ہندو مسلم کے ہمیشہ سے رہے حامی وہ : ان کا سوا ہی کسی سے ہنر کوئی غماز نہ تھا
 حق پرستوں پہ جفا ہوتی ہی آتی ہے سدا قابل ناز شکر نہ ترا کار نہ تھا
 نیچر ہم سے ہوئے جام شہادت پی کر آپ کا سیوہ تو یہ دہرم کے دلدار نہ تھا
 حق پرستی کے سوا اس میں عظمت کا وجود باعث رنج : تھا موجب آزار نہ تھا
 کس طرح عالم شہدی میں شفاعتیں پھیں قلب سوامی کا اگر مطلع انوار نہ تھا
 باع شد ہی کا مو اجبیا کہ نازہ اسدم ایسا سبیر کبھی پہلے یہ گلزار نہ تھا
 خدیج اسقل بھتا ہوں اس جو انسان نقد جاں سے تیری عظمت کا خریدار نہ تھا
 آپ کا سینہ وہ انمول تھا گنجینہ علم اسکے اک نکتہ کے لائق در شہوار نہ تھا
 مال و زر نقد سخن سو اسے رونق بخشی آپکا و سرم نوازی کے سوا کار نہ تھا
 جب سے شایق وہ ہو مرتبت نسواں کے ان کا دل فکر سے اس کی کبھی سیرار نہ تھا

غم نے گھیرا ہے دیا دل کو ترے صدافوس

غم بہ وہ غم ہے کہ نوحس کا سندہ اوارہ تھا

دوز گئی زمانہ ہے اک عالم رنج و راحت کا نقطہ کسی جا شہد ماتم ہے کہیں نغمہ سرائی ہے
 کوئی دتا خون دل کوئی ڈبا ہوشیاری کوئی غمگین کسی نے عیس کی ہندی رچائی ہے
 ہوا ہے مرگ خسرو باندہ کو اندر کچھ ایسا دبار دیا اپنے اک گھاٹ ملک کی چھائی ہے

نہیں دیکھی کسی کساں روش رونق نازکی

کچھ ایسی انقلاب چرخ نے حالت بنائی ہے

رتہ برہاد تیرا معراج پا گیا تو
 اس نیش لیگناہ کی کھل جا ئیگی حقیقت
 جس موزی لعین نے رلو الور چلایا
 خون شہید بن کر لا ئیگی رنگ شہد صی
 ڈر تانا تھا کسی سے وہ شیر مردھا تو
 اُفرے تیرا کلیجہ کھا کر جگر یہ گولی
 نشان جبارہ وہ بھی ششہ تھکنا نہ
 مٹنے سے کام تیرے ہرگز نہیں مٹیں گے
 دروازہ سب پہ کھولا تو نے دہرم کا دیکر
 کاموں پہ تیرے ملکر تن میں قوم دے
 سالار فائدہ تو ہم کارواں تھے تیرے
 کیونکر مذاق لکھے یہ تیرے کارنامے
 جنے بھرے ہیں دفتر قومی شہید سوامی

شردھا بھلی

زینتہ فکر لالہ دامنہ صاحب درما دیا میرٹھی،
 بار اندوہ اٹھائے گویں مبارہ نہوا
 دو ستوا چھگو گمان یہ کبھی زہار نہ تھا
 عجیبے سنگ جفا جس پہ گرا ہے آکر
 مددہ دل سے کہ جو منت کسٹ آزار نہ تھا
 کیوں سر دلو کیا بیخ ستم تہ مجبور
 برس کیہ اگر چرخ ستم سحر نہ تھا

سوامی مشہور ہاند جی تالے لگا کر چلے

مردہ دلوں کو سوامی زندہ بنا گئے ہیں

مرد و دلوں کو سوامی زندہ بنا گئے ہیں	دیکھ دھرم کا سوامی دیکھا جاتے ہیں
کر تو یہ سبھی پاپن کرنا سکھا گئے ہیں	طرز عمل ہمارا ہم کو بتا گئے ہیں
سیوا بہ آخری بھی سوامی جھا گئے ہیں	سدا ہی ستر گزاری تھی خدمت دہر میں
قربانیوں کا ہم کو کرنا سکھا گئے ہیں	بلخ دہرم کو سینچا اپنے لبو سے آخر
دیکھ دہرم کی سیوا کرتا بنا گئے ہیں	خود ہو گیا امر وہ جاتی میں والد سب جان
وہ جانتیں اپنا ہم کو بنا گئے ہیں	ہاں راگھاں : ہرگز جا رہا گا خون اُن کا
اپنا لبو ہمارا ہم کو دکھا گئے ہیں	ہنس ہنس کے جان دینا کیونکے اس طرح
سوامی کاخوں پہا کر مہر بن لگا گئے ہیں	اسلام کے ظلم کی ناسید میں مسلمان

قربان دید ہو کر پائیں گے شانتی ہم
یہ آخری سبق وہ ہم کو پڑھا گئے ہیں

قومی تہیہ سوامی

(از جناب نیدت شیونرائن صاحب شرمادیدراج مذاق دہلوی)

ہر پاسے شور مچا رہا قومی تہیہ سوامی	اتم ہے تیرا اگر گھر سوامی تہیہ سوامی
وہ دانے ہیں جگر پر قومی تہیہ سوامی	جس تک رہیں گے سوزاں مفاہت میں
ناسور دگاہن قومی تہیہ سوامی	روٹکی ترے غم میں جس پر غم آسودہ

مرنو والے ہم کو بھی مڑا سکھا کر چل دیئے
 جان نثاری کا سبق از بر پڑھا کر چل دیئے
 مرنے والے ہم کو بھی مڑا سکھا کر چل دیئے
 گولیاں سینہ پہ کھائیں منہ نہ موڑا دہرم سے
 خونہ دیکھا تھا کبھی منظر دکھا کر چل دیئے
 بیچ اگر پوچھو تو دنیا میں یہی مشکل تھا کام
 امتیاز دوست اور دشمن بنا کر چل دیئے
 ہندوؤں کو واسطے اب ہیں یہی گنگا دھن
 شکن ستھ سی کی وہ ہنسی بجا کر چل دیئے
 آج ارتھی پر نظر آیا وہی جلوہ ہمیں
 طور پر جو کچھ کہہ دیکھھا دکھا کر چل دیئے
 تربیت میں عزت ملی مر کر شہادت مل گئی
 لوک اور یروک دونوں کو بنا کر چل دیئے
 آتما ہر اتما میں تھی جو بدت سے دوئی
 وصل ہو کر فصل کا پروا مسٹھ کر چل دیئے
 اب نظر آنا نہیں کچھ نا امید کی کے سوا
 ہم کو وہ آئینہ حیرت بنا کر چل دیئے
 مادہ جنت کہاں سے لائیگی اب ایسے لال

کام آیا تو غریبوں کے ہمیشہ کل میں
تو نے بھوکوں کو کھلائیں روٹیوں کے موالی میں

تو شہید قوم تھا لہذا تیرا قاتل تھا یزید ۴
آج سارا ملک اس بڑل کو کہتا ہے پلید
کون اس سفاک کو کہتا ہے اب عبد الرشید
سے دعا یہ بخا کی بس کج اسے مرد شہید
گولیاں کھانکر کریں ہم کام شہر داغ کا
وقت آخر ہو لبو نیز نام شہر داغ کا

شہید شہر داغ کی یاد میں ۴

کیا قتل جس نے سوامی ہمارا۔ اسے بھی تو چھاتی لگانا پڑیگا
یہ وہ بھجن ہے۔ جو سوامی جی کی راتھی کیا قہہ دیتی میں مختلف بھجن منڈیاں گھڑی تھیں
ہم آج بھارت پہ قہر بان سوامی
یہ سن دین گھر گھر سنا پڑے گا
کیا قتل جس نے سوامی ہمارا
اُسے بھی تو چھاتی لگانا پڑے گا
نہ قتل سے ہوگی کبھی بندہ شہی
ہمیں بچے بچے کٹنا پڑے گا
زمانہ سے اب نام کفر و دغا کا
تھیں آریو اب مٹانا پڑے گا
دیواند کے ہم ہیں جو سچے سپاری
جہاں بھر کو آریہ بنانا پڑے گا
مرے تو نہیں بلکہ زندہ ہیں سوامی
امر نام ان کا مٹانا پڑے گا
تیرے دشمنوں کو ہم آئے ہیں سوامی
ہمیں اب تو دشمن دکھانا پڑے گا

کانگریس کا جن دنوں جلسہ یہ مرتب تھا خوف ڈانٹا رو دوا کر کا وہاں گھر گھر میں تھا
 بہنرود ہر بشر کے اُن دنوں اک سر میں تھا صدر استقبالیہ کا کون ہو۔ چکر میں تھا
 صدر بن کر تو نے وہ کار نمایاں کر دیا ۷

سارے بھارت درش کو منوں حسان کر دیا
 پی لیا جام شہادت تو نے ایسے پیر مٹاں ہو گئی پی کر تجھے حاصل حیات جاواں
 ہندو جاتی نے نیرے غم میں اہور د کر دیا خون کی سینوں پہ لکھ رکھی تیری اُستان
 ہم شہادت کے تیری سب راگ گانے مانگے
 خوں تیری تغلیب میں اب بہاتے حلینگے

اپنے پس اب کی لائے نہ سوامی بیکل سوامی شہر دہانڈا کا بٹ گیا نام نشان
 خون ناحق کا تیرے قطرہ گرا ہو گا جہاں لاکھوں شہر دہا تہا اب ہو جائینگے بد جاہاں
 یہ نہ سمجھے کوئی ہم کہو کر تجھے سو جائینگے
 نام لے لیکر تیرا ہم بھی فنا ہو جائیں گے

دفن جب کوئی مصیبت کا بھی اگر پڑا سب آگے ہم نے شہر دہانڈا کو دیکھا کھڑا
 تو گرو کے بلے میں کہوں کی خاطر جا بڑا بھائیوں کے واسطے جا کر حکومت سے لڑا
 جیل جانا آہ اسیری میں کس کا تھا
 تیرا دل تیرا کلیجہ مرد نیک انجام تھا

تو تھا مذہب کا مجرب یا تھا سیائی کا دوست آہ اسے شیر وطن اُمنڈ کے تھے سہوت
 نوہی تھا بیواؤں کا حامی یا راجپوت روہم میں آج میں پریری ساگر اچھوت

تھی عنایت سب چکی فین جکا ماتھا کرم ماتی کیئے جس کا ہرک نش کام تھا

وہ تسانہ بن گیا کس کی جھانکے تیر کا

نوں سیر جی سے کس نے کر دیا اس دیر کا

گور دیا قائم گورو دل جس نے اگ گنگ کے تیر آجک ملتی نہیں ہے ملک میں جس کی نظیر

مال دزد کو جس نے بھا تو م کی خاطر فقیر عیوڑ دی جس نے دکالت بن گیا تو می فقیر

کان تھا بھارت بس جو قبانی وٹار کی

کل شہادت ہو گئی اس سرم کے اوتار کی

لاچیت کو مانڈے میں جن دنوں بھی گیا اپنی کو کہنا سما جی جرم جب سمجھا گیا

موسما جی شستہ نظروں سے جب دیکھا گیا مہری سے لاچیت کا نام تک کا ناگیا

جن دنوں دشوار لینا لاچیت کا نام تھا

لاچیت کا ان دنوں حامی یہ مٹی رام تھا

جن دنوں دلی میں برساتی مٹی تھی گولیاں گور کھوں نے ساری پلک گھیر رکھی تھی جہاں

تیرا ہی دم تھا وہاں تیرا لے شیر ثریاں کھو کر سینہ کو اپنے یہ کہا تو سنے وہاں

پیلے سنیا سی کا تکو خوں ہانا چاہئے

گولیاں پلک پہ پھر تکو چلانا چاہئے

جب نو غیر دلی چلی گولی تھی چمپر دھرم ویر کر دیا اپنے نے تیرا خون اب رہن ضمیر

تو نے کھائیں گولیاں کل جا کر دم فقیر عمر بھر کھا میں گے ہم سوامی تیری ذوق تیر

کام جب شکل کوئی ہم کو لگا آجائے گا

سوامی شردہ بند کا نوٹو نظر آجائے گا

پی لیا جام شہادت کس شہید نازنے
 جان دیدی دہرم پر کس عاشق جانبدار
 آہ کس دہلا کو پہنائے تھے کل بھول کے ہار
 آہ کس شہ کی سواری میں تھی خلعتِ شہید
 کس شہید قوم کا ہم نے کیا تھا کل سنگد
 آہ کس کی زیارت کو تھے لاکھوں پیغمبر
 کس سُرخ روشن کا کل دیدار کندہ شاد تھا
 چہرہ پر ہر کس کا مطلع الانوار تھا
 بھول برسانے ہو جانتے تھے کس پر بھول
 رد ہوا تھا کس کی میت دیکھ کر سدا جہاں
 دیکھ کر کس کے جنازے کو یہ ہوتا تھا گلاں
 لائے ہیں لکاپور کی دیوتا شک میں
 فیض تھا کس کی شہادت کا یہ کس کی دلت تھی
 نہر دہلی میں یہ کس بھولوں کی کیوں برساتی
 تھا کفن بھول کلاس پر تھی چادر نور کی
 طالبان دید حیراں تھے نظر جستی نہ تھی
 ہر طرف پھیلی ہوئی تھی طوطی کی دھنسی
 ہر جان و ہر پرکاری تھے لہار غشی
 لائی دہریہ کو تھا فکر کس تصویر کا
 جا بجا لیتے تھے نو نور دہے پر تویر کا
 تھایہ کل خزن شہادت آہ کس سارا کا
 گو غم تھا شہ کیوں سو اکی جے بے کار کا
 حال تھا غم سے پریشاں منسل و منظر کا
 کیوں ہو تھمت: تھا کل دیدہ خوبا کا
 تھایہ کل کسکا جنازہ کون شہر باند تھا
 کس کے درشن کیئے ہر شخص حاضر تھا
 مرنیوالا کیا ہی یہ مرد نیک انجام تھا
 سو اکی شہر باند تھا اب پہلے نشی رام تھا

اک پیر حق پرست پہ جملہ خدا کی مارا
 ریو الوور کا غیر تھا اک سارن ہمارا
 یہ قتل یگینا و مگر رنگ لائے گا
 جو دم میں بھی راز نہ تھا سہر کھلا
 کچھ بھی نہ اُس بنگ کا پاس ادب ہوا
 جو قتل بے سبب کا نمایاں سبب ہوا
 نازل خدا کا حشر میں جہدم غضب ہوا
 جس کا گمان نہ تھا وہ کام اب ہوا
 ہر دل ہے ریش ریش و رنج و غم ہوا
 دستِ عدو کے بد سے یہ کارِ غم ہوا

تاریخ قتل رونق نمکین کیا کہوں
 سب کہہ رہے ہیں آہ یہ کیا غضب ہوا
 ۶۱۹ ۶۶

خون کے آنسو

شری سوامی شردھانند جی ہمالیہ کی شہادت پر فوج

رجناب سوتی برہم سرور صاحبِ قاد کے قلم سے،
 کس کا تم ہے کہ ہم سب ہو رہے ہیں سوگوار
 کس کی وقت کے الم سے آج جو سینہ نگار
 ہر کیاں ہم باندہ کر دیتے ہیں کس کو زار
 یاد کر کے ہم تڑپ اٹھتے ہیں کس کو بار بار
 مر نہو الا یا آلمی کون ایسا مر گیا
 قوم کے مردوں کو جو مرتے ہی زندہ ہو گیا

داستانِ پرالم کرتے ہیں ہم کسکی اسیاں
 نام نامی آج ہے کس دیکھو دردِ زباں
 کون کھا کر گیا سینہ پہ اپنے گویاں
 خون سے کس شیر کے قاتل نے کھینچ لیا

چر تقدیر ہے وہ شیر کی آدہ نرد گھن

موز و رجم میں غیر بھی زود آ زمانہ ہوں پہلو سے اپنے سخت جگر بھی جدا نہ ہوں
عکسیت دُری کے سین کبھی رونما ہوں کوہاٹ و مالابار کے فتنہ بیبا نہ ہوں

تتلیم و سنگین میں ہو پھر خود بخود ملاپ
شرما کے دل سے دور ہو جب بڑی کاپاپ

ہے پڑ بھو پھر سے ہمارا شیر دہاند دے آریہ جاتی کا ہمارا شیر دہاند دے
وہ دم بہت جوت تھا جو لیدان و دم ہووا دین و من . دیر دھیر پیارا شیر دہاند دے
سہن کرتا و ہمیکان جو قتل کی نیت لگتی پرنہ ملتا شدھی ان سے بر شیر دہاند دے
دین دیا اور دن دیا پھر تن بھی جس نے دین جاتی کیلئے پران شیر دہاند دے
چنچ کر بکرت سو بدک ٹپ کو چل بڑا دے رشی کا شیش پورا دھیر شیر دہاند دے
دید دیا کیلئے گوروں کا وادان کب دے گورو دے پوجیہ و گبر شیر دہاند دے
پیر دت جو تھے انہیں ماہار کر اچھا کیا دین دکھوں کا سہارا شیر دہاند دے
ہے پڑ بھو . ہی یہ بنے کر چور کرسنوت کی پھر سے بھارت کا دلارا شیر دہاند دے

قطعہ تاریخ شہادت سوامی شروہات

(از خباب منازا لشعر انشی بیا لال صاحب نق دہلوی)

تھا ہند کا جولیڈوسی اقتدار قوم ۴ رخصت جہاں آہ وہ عالی نسب ہوا
ہو کر وہ قتل زندہ جاوید ہو گیا ۴ عامل شہید قوم کا اس کو لقب ہوا
کس تشہ لب نے اکیان اتواں پہ وار ۴ پیسا ہو کا کون یہ شیخ عرب ہوا

منظم

رہزن ملت ہوا ہے رہنما تبلیغ کا
 استوہر یاد کی جاندی کیا ہاتھ آگئی
 کھٹکئی ہلاک کی چوری تو اس چالاک سے
 پر وہ عصیان ہوا جب تیغ جی کا جاں بچا
 جب مدار ہی کی حقیقت ڈھچھ بند کی کھلی
 جب تصوف کی جیس پر لگ گیا داغ سیا
 چھون گیا دست مبدک سے علم سلام کا
 زند سے راجہ بنا راجہ ہو گیا بادشاہ
 سو آنگ بھر نے میں اس نغال کو پو آنگال
 پیر عاصی نے ساموں سے چھپانے کیلئے
 تیری اس طرف طرافت کی کہاننگ دادوں
 پیر مہیا نہ بنا ہے پیشوا تبلیغ کا
 اک جٹا دہاری کو نسخہ لگیا تبلیغ کا
 لکڑی انگسٹری پر نگ جڑا تبلیغ کا
 دامن اخیلا کر بدو کہا تبلیغ کا
 تب تبارہ میں نکالا شعبہ تبلیغ کا
 تب جلا مرند دکھائے معجزہ تبلیغ کا
 مرشد کامل نے تب جھنڈا لیا تبلیغ کا
 پھر نیگا اک زمانہ میں خدا تبلیغ کا
 ہے بدلنا روپ یہ ہر وہ تبلیغ کا
 چہرہ قلمس پر رد عن ملا تبلیغ کا
 وقت پر کیا خوب سوچھا چٹکلہ تبلیغ کا
 دروہ عمر،

دان نظم کی ہوا ہے۔ گوئے کی ناپ نول

بیفادہ تقاف یہ ہے سنگھن کا قول

کمزور قوم ہے تو ہی دولت بھی مال
 وہ مال بارودش ہے جسکی ہو سنبھال
 بودوں کے مال پر بھی ٹپکتی ہے سبکی رال
 سے بزدلی کے جرم کا ثمر زبان مال
 اک جن میں تین بل تھے انہیں نہ سنگھن

کام میں تندی گئی، کام خرد ہانڈ کا
اور دو تھکے جوش کی ہو کام خرد ہانڈ کا
ہے یہ خاموش آنوی پیغام خرد ہانڈ کا
اگے دے دسین لگا انجام خرد ہانڈ کا

چشم گریاں سے رمل ہوور نہ سوطون فوج
شاہ ہوگی اس کے کبا سر شلار کی کا دوح

شری میت آمارام سیری پریمی پردہان آریہ سماج کلان مسجد
نہ ہائے کہانہ آف ہی کیب نہ تجہ پر قاتل تف ہی کیب
سوامی نے تجہ پر رحم کیا اور رحم سے تیرا فہم کیب

نہ چیخ ہوئی نہ پکار ہوئی
جب گولی سبز سے پار ہوئی

او قاتل فعل خبیث کیا نو نے زندہ شہید شہید کیا
اسلام یہ کیا احسان کیا لیک ہند کا بڑا نقصان کیا
اسلام کی عزت خوار ہوئی
جواباتی بھی دیون دہار ہوئی

تہہ شیر مردودہ مرد خدا نہ خوف جیل نہ ڈر گولی کا
دو وطن کیلئے ہی مرنا تھا برہمی تھا بھلائی کرتا تھا
کہ رحمت آشکار ہوئی
گولی قاتل کی گلزار ہوئی

ہوں مساکر میر تو شہادت کے مرے
 اور تو عالی درجے یہ کب گوارا تھا مجھے
 کہ گدایا شوق تحصیل شہادت نے مجھے وہ سہری دن دکھایا تیری قسمت نے مجھے
 کشتی ٹھہرایا اسلامی سرعبت نے مجھے آخر سن اک مسلم شیطان سیرت نے مجھے
 کرو یا دیو الوور کے فیر کر کر حلال
 کافر بد کشت کے دل میں نہ کیا یہ خیال
 وہ ملیگام مرتبہ ان جندہ دامن ہو مجھے جب کو خود حضرت اہلسنحی حاصل کر کے
 بلہا کی آندہ پیغمبر اسلام نے تجھے نہ قسمت میں مگر انکی شہادت کے مرے
 اپنے اندھے خوش میں کجخت قائل گیا
 ایک کافر کو پیہر سے بھی اعلیٰ مرتبہ
 کہو ہوئی اس کیلئے باقاعدہ سازش ضرور یہ ہندو یہ فرد واحد یا جماعت کا تصور
 اصل میں اسلام کی تعلیم کا ہے سب فائدہ دیتا ہے اس کیلئے جو عدۂ علمان و حور
 جب تک اس تعلیم کا مٹنا نہیں ائمہ فتنان
 غیر ممکن ہے کہ ہو سنسار میں امن ایمان
 دیکھنا ہے خبر خواہ نوع انسان کو کون ہے اہل دہ دواہل ترس اہل ایمان کون ہے
 آزما ہے ہیں سچا مسلمان کو کون ہے صدق دل سے قل سوامی پریشیاں کون ہے
 اس عقیدہ کے خلاف اگر حتر جو برپا کرے
 آئے کچھ تو ایسی کے کام کو ہلکا کرے

ملک میں نام پاپ ہے سوامی شردھا سنگھ
 وہ مقدس دیوتا وہ تاجدار ملک و قوم
 دردمند و مونس و غمگسار ملک و قوم
 رہنما و پیشوا ہے نامدار ملک و قوم
 ہو گیا ہے ہے شہید کا زار ملک و قوم

دیکھ کے ملک مال رکھنا تھا فقط اک جان نثار
 گر گیا اسکو بھی آخر دہرم پر اپنے نثار
 اب گوروگل کی بدولت تیری شہرت کم تھی
 رہنما جان وطن میں تیری عزت کم نہ تھی
 دیش سے گودہارک بدتر تھا الفت کم تھی
 ملکی حیثیت میں بھی کچھ تیری خدمت کم تھی
 مارشل لاء میں جو اڑا تو آکا کون تھا؟
 خون بہنے کو تھا دہلی میں بجایا کون تھا

کام کا مبدل شیر کا نگر میں ہی تک تھا
 ملک ہر اک قوم کی تحریک میں حصہ لیا
 ہو ثبوت و سبب دل اسے بڑھاد کیا
 سر یہ تحریک خلافت کے بھی ہے احسان ترا
 تو نے سکھو نکو تسلی دی گوردے باغ میں

جبکہ بھاستبہ اگر جاری گوردے باغ میں
 فیروز ہونیکے زب جوں میں بھی باقی کمی
 سلسلے میں وہ "گوردے باغ" کے بودی ہوئی
 ابتدا ملک کا نہندی بنگلہن کی تو نے کی
 کی اچھوت اُدھاریں مکان بھر لوی مہی
 تھا ہر اک اہل نظر راج ترے کام کا

خطبہ ہر خود و کلام پر رہنا تھا ترے نام کا
 چاہتی تھی اسے نہ کہ ایک قدرت اور کچھ
 تھا ابھی دنیا میں سرِ احق خدم اور کچھ
 عزت افزائی کی ہوئی تھی ضرورت اور کچھ
 تھی سبیل اسکی نہ بڑھتا رہتا دت اور کچھ

مٹا ہوا نہ کبھی ان کو جاننا ہرگز

شہید شدھی شری سوامی شرودھانند جی مہاراج

از شری یتیم ستر شاخیر پور سادات ضلع مظفر گڑھ

ملک میں ہر پابے ہر سوتو و خوشتر کس نے؟ بن گیا تم کہہ بھارت کا گھر گھر کس نے
سرحد کا ہے بھی بانیہ تر کس نے؟ یہ تو پ سینہ میں اُن اُکلب مضطر کس نے

آنکھ سے آنسو رواں ہیں پھر گہلائے ہو

زخم کسی موت کا ہیں اہل دل کھائے ہو

ملک میں مشہور ہیں اخبار کسی موت کے؟ ہر طرف پیغام لائے تار کسی موت کے؟

نوجو خوان ہیں بول وود دیوار کسی موت کے؟ ہیں ہوید ہر طرف آثار کسی موت کے؟

کہہ رہا ہے یہ جال تازہ روئے شفق !!

پھر کسی کا خون ہوا ہے غارہ روئے شفق !

پھر ہوا ہے آہ کوئی سازش کین کا شکار پھر مٹا ہے دہرم پہ اپنے کوئی پروانہ دار

پھر کسی نے جان کی ہر اپنی جاتی یزیدار پھر کسی نے اپنے سینہ پر لئے قاتل کے مار

خون بیدی پھر موئی ہر اُن دہرم کے نام پر

پھر کسب کا خون ہوا ہے گردن اسلام پر

وہ مسلمانوں نے کل رہبر بنایا تھا جسے جامع مسجد کے مقرر چڑھایا تھا جسے

وہ بزرگ دین سرانگہ بنو پڑھایا تھا جسے وہ بچے تعظیم سراپا جھکایا تھا جسے

کردیا خون آج اُن اُسفوم کے دل بند کا

الم میں انکے ہیں محو فغاں ہوئے ہندو!

کہ سارے ہند کے گریہ کٹاں ہوئے ہند

مگر جو غور سے دیکھیں نیا ہی نقتہ ہر
کہ مردہ قوم میں بھی ایک جوش تازہ ہے
گدزنا سوامی کا دنیا سے رنگ لایا ہو
کہ ایک طرح کا پیغام جنگ لایا ہے
برائیاں جو تھیں ہندو انہیں مٹانے لگے
اچھوت بھائیوں کو بھی گلے لگانے لگے
ہوئے لگانے کو بار سب کو چھانی سے
نہیں ہر بیر شلمان و رادھ بانی سے

ہوئی ہے موت سوامی کی زندگی ان کی

جو زندگی تھی کبھی اسکو بندگی ان کی

جہاں میں پیدا ہوا جو اسے گزرنا ہے
ہمیشہ زندہ نہیں رہا سب نے مرنا ہے
بڑے بڑے میں مرے یاد نام بھی تو نہیں
مرے ہوئے ہے زمانیکو کام بھی تو نہیں
نھکا ناگور میں ہوتا ہے گوروں کا لوں کا
تشان رنگ بھی نہیں رہتا تخت والوں کا
جنہیں تحافت بازو یہ ناز و نبا میں
کہتے ہیں یا توں انہوں نے راز دنیا میں

تھے ارد گرد جہنوں کے ہزار ہا شکر

اڑے گھر می میں لگی ایسی موت کی ٹھوکر

شہید قوم کے زندہ رہتے ہیں، رہتے ہیں
انہی کے نام کو سب آفرین کہتے ہیں
اوتے یاد میں ہر ایک سر جھکا تا ہے
خوشی و شوق سودن مال میں مٹاتا ہے
ہزاروں فیض اٹھاتے ہیں نام سوا کے
نہلت پاتے ہیں گویا کلام سے ان کے
مرا ہوا نہ شہیدوں کو ماننا ہرگز

عین موقع پر بچائی تو نے کشتی قوم کی
 ہے کناہے پر لگائی تو نے کشتی قوم کی
 وہ بھی کیسی ساعت تھی سینے پر تھے گولی لگیں کر گئی یہ اندوم کے دم میں جب جاں خریں
 اے شہید قوم شردہ اند تھہ پر آفسیر ! ہو گیا تھا اپنے دین کا کئی دن سے یقین
 ”زندگی ہی موت کا دُشہید قوم کو
 سو لگ کا ہر دم کھلا ہے در شہید قوم کو
 ہندو اب ایشک کیا یونہی ہائے جاو گئے شور مختصر عمر بھر یونہی بجائے جاو گئے
 کیا یونہی روتے رہو گے اور رلائے جاو گئے اپنی حالت ہر زمانہ کو ہنسائے جاو گئے
 کام جو کرتے ہوئے دی جان شیر قوم نے
 ہم بھی کر لیں جو کر ی تھی آن شیر قوم نے
 آریہ ہو دوسرے سے پیچھے نہ ہٹنا چاہیے کام پورا سنگھن شد ہی کا کرنا چاہیے
 زندگی کا اپنی یہ مقصد سمجھنا چاہیے جس طرح وہ مر گیا ہم کو بھی مرنا چاہیے
 شیر ہو تم بزدلی کو اب زبرد چھوڑ دو
 کام پر دُٹ جاو اب فکر دُرد چھوڑ دو
 غلطی آج فسانہ ہوئے ہیں شردہ اند کہ گویوں کا نشاہ ہوئے ہیں شردہ اند
 وجود مٹ گیا مانا جہان سے اُن کا جازہ نکلا ہے ہندوستان سے اُنکا
 گو شکل اُن کی بظاہر نظر نہیں آتی پھٹی ہے ان کے الم میں ہر ایک کی جھٹی
 نہ حال ہند ہو موت کی خبر سنکر کسی کو ہوش نہیں سر میں رہتے ہی چکر
 جواں پیر ہے ہر ایک منہ رہا ماتم دکھائی دیتا ہی عالم کا اور ہی عالم

تو کہاں جاتا ہے تھلائے سپہ سالار قوم ۶
کیا کبھی واپس نہ پھرا گلاؤ سردار قوم
قوم پر کچھ ترس کھا بیگم کیا غم خوار قوم
اس قدر کیا سخت دل بن جا بیگم گاد لدا قوم

تو تو رکھا تھا کلیجہ سے لگا کر قوم کو

یہ بتا جا چھوڑ کر جاتا ہے کس پر قوم کو

قوم ہندو کے فلعہ کا پاساں تو ہی تو تھا
گلشن ہندوستان کا باغبان تو ہی تو تھا

قوم کے درد نہاں کارزار داں تو ہی تو تھا
قوم مردہ کیلئے روح رداں تو ہی تو تھا

اب یکار نیگے کسے کبکڑ بھلا سردار قوم

اب بلا میں گے کسے کبکڑ بھلا غم خوار قوم

اس گئے گدے زمانہ میں تو ہی تھا آسرا
سب بچتے تھے تھی کو ایک ابنا سردھرا

کوئی اب تجھ سا نظر آتا نہیں ہے دوسرا
حوکرے اترے ہوئے گلشن کو پھر اپنے ہرا

یا ہمارا تھا کبھی باموت تبرے ساتھ ہی

لاج ہندو قوم کی اب منبر کے ہاتھ ہے

تو نے نو جادو چلایا سنگشن کا دیش میں
تو نے وہ ڈکھا بجایا سنگشن کا دیش میں

تو نے وہ پودا لگایا سنگشن کا دیش میں
تو نے وہ نقشہ جمایا سنگشن کا دیش میں

مدنوں سے بھائی جو بچھڑے ہوئے تھے مل گئے

دیکھ کر ملتے ہوئے اغیار کے دل مل گئے

چپکے چپکے پی رہے تھے قوم کا انہیوں
دل بھر آیا دیکھ کر جب قوم کا حال زبوں

کام چلتا ہی نظر آیا نہ جب چپ چاپ یوں
پھونکنا تجھ کو پڑا اس وقت شدھی کا طعن

آہ اکس قوم کے غدار نے میاکی کی ۛ
اپنے محن سے ہی بدکار نے سٹکی کی ۛ
ماتوان جسم پہ کب ہاتھ اٹھاتا ہے کوئی
پھر نئے سرے سے ہوسرشار ایلغ شدھی
پھر اسی رنگ کے پھل لایگا بانہ شہی
خواب یہ ہے کہ ستم کین خلل ڈالیں گے
دیکھنا وار یہ گولی کے نہ جائیں خالی
یوں بھرے بلع کی صیاد نے کی پامالی
فلک پیر نے سجد میں یہیں مانع دینے
رزم سچائی کی سے سینہ سپر ہونے دوڑ
اشک کو قوم کی اکھوں میں گھر ہونے دو
کھول دو چشم کا شیرازہ بکھر جانے کو

تنگی خونِ حنا سے بھی شاک کی ۛ
جس کے سایہ میں رہا اُس نے ہی چالاک کی
سر پر خون اپنے شہید دن کا چڑھتا ہو کوئی
بھرے جل اٹھے اسی طرح چراغ شہی
پھر سرے ہو گئے ہر اک سینے میں داغ شہی
اُن کو ہم تندہی کے ہاتھوں سو مس ڈالینگے
پھیلنے پائے نہ خیردار ستم کی ڈالی
اس پہ ہی ہاتھ چلایا کہ جو تھکا رکھوالی
سونے کو آگ میں رکھتا ہے پر کھنے کھلے
تکبھی تلواریہ سرکشہ کا سر ہونے دو
ورد و غم میں شب ہجران کی سحر مچے دو
زندگی کہتے ہیں آنا دی یہ مر جانیکو

شہید قوم

از تہیہ فکر لالہ حسن لالہ مراد خاں پٹی میونسپل بورڈ سکندر آباد

قوم مردہ کو جلائیگی شہادت تیری
غیر خوش ہوئیں زمانہ سے مٹا کر تجھ کو
غیبے تیرے ارادے کی نرا آئیگی
مہندہ اچھک پڑو نیند سے آنکھیں کھولو

خواب غفلت سے جگا ئیگی شہادت تیری
رنگ خوش رنگ یہ لائے گی شہادت تیری
یکے پیغام تیرا باد صبا آئے گی
تیرے ہر خاک کے ذرہ سے صدا آئیگی

اک کاش رہنا بنے بیگون تری مثال

آجائے کام قوم کے شرما کاجان مال

زندگی کہتے ہیں آزادی پہ مرجانے کو

» از مہاشہ و میریہ پر کاش کشتہ میرٹھ کلج میرٹھ

حیف لے ہند جہان باب کی پھیکسی سی کرن
حیف لے خاک خدیجہ کے عجبان وطن
حیف لے اُجڑے ہوئے باغ کے سرین و من
حیف لے راہِ رواںش و محبت و محن
نقش انوار ہر لکبَل سی ہو پھر کا نور
نقش متا ہے کہیں ل سی غم نہاں کا
دل میں تیر کی طرح بھیج گیا غم کس کا
مجدد کرنی ہو ماتم بھلا شبنم کس کا
روشن پہ لیکے چلی ہائے عبادم کس کا
مرو وزن پھول لٹو بیٹھے ہیں خرم با کیلئے
جلوہ نواب بھی نکلیں ہے رخ تاباں کا
درد باقی ہے پہ محتاج نہیں درمل کا
گو ہے صیاد نے پھر مٹایا جین میل کا
نوم کے واسطے تھے دیوتا انسانوں میں
ڈالی بنیا دگو مدکل کی میا بانوں میں ۴
شیوہل سوامی نمے گو آپ کا لاغرتن تھا
لغو ہے یہ کہ عدا آپ تھے انخاروں کے
رہ کے بھار میجا بنے بے چاروں کے
جلوہ عام مسلمانوں نے دلی میں کیا ۴

خوئی زبوں کی گرچہ افق پر بھسی گھٹا
ہستی حریف کی نہ محبت سے تو ہٹا
ایا نہ وہ ہمکھیں میں نہ تحریف سے گستا
سر سے کفن کو باندھ کے قتل میں ادا

قاتل جو سامنے ہوا بتول تول کر

بولا تو دیکھم وہیں سینہ کو کھول کر

حق پہ تلوار تو حقیقت کی راہ میں
گم ہو گیا تو تیغ بہادر کی راہ میں
دی جان تو نے صدق و صفا کی پناہ میں
قاتل بھی بعد قتل تھا تیری پناہ میں

آیا نہ فرق دل میں کہ حس و لگی دھاک تھی

ملوں کی خاک عیب لموں سے پاک تھی

سینہ کو گرہوں نے ترے چاک کر دیا
تو نے ہو سے اپنے ہمیں پاک کر دیا
غافل کو چست کر دیا چالاک کر دیا
لب کو اداسے فرخ میں میاں کر دیا

سوامی! تیرا یہ خون عجب رنگ لائیگا

خونخوار کو بھی خون کے آنسو رو لائیگا

شہا ہی جلوس کا ترے لاشہ یہ رنگ تھا
شاید نہ تھا مدگر رشید تھا رنگ تھا
پامال خلق اس کا جو ناموس و ننگ تھا
ہاتھوں کو مل رہا تھا پشیمان جنگ تھا

کہتا تھا دل میں پکے آگہی یہ کیا ہوا

کافر یہ کیسا مکر ہمینہ کو جی اٹھا

اب سنگین کی پرگی پر خون سودن بیل
ممکن نہیں کہ بند ہو شہر کی ریل پل
باجعل میں پریم بہاد کے ہے تو مکی نیکل
جباری رہ گیا تا اب قریا نیوں کا کھیل

قوم موتی و شہیدوں کے بہرے شاداب
 ہم تو میدان میں کرکر کے مرنے لگا
 کھائیں سینہ پر چرچہ رنے چاروں گوی
 مرگ سادہ تیری عظمت کو گوارا کب تھی
 زندگی سے نیری ہم کو یہ سبق ملتا ہے
 اس ہلاکت کے پس پشت ہی ساری کونی
 یہ سچا کارہ سمجھیں کہ ہمیں جیت لیا
 ایک سترتا ہے تو ہوجاتے ہیں لاکھوں پیدا
 پیش خمیہ و قصداں کے فنا مونیکا
 کام شدہ می کا کبھی بند نہ ہونے پائے

جان کے دام تو مرتے پہ اٹھا کرتے ہیں
 نذول اُمید قیامت پر جیا کرتے ہیں
 مرد بوں جام شہادت کا پیا کرتے ہیں
 سوراوار سے دشمن کے مرا کرتے ہیں
 اس طرح مرتے ہیں اس طرح جیا کرتے ہیں
 جتنے مردود ہیں پردہ سے لڑا کرتے ہیں
 یوں کہیں قوم کے جذبات دبا کرتے ہیں
 سوراخا شک شہیداں سے اٹھا کرتے ہیں
 ظلم و ظالم کے نشان جلد مٹا کرتے ہیں
 بھاک سے وقت یہ تو موم کو ملا کرتے ہیں

ہندو باہم میں ہے گردیدہ اماں باقی

رو نہ جائے کوئی دنیا میں مسلمان باقی

شہید الکبشری سوامی شمر ہا متدجی کے چرنوں میں بھگتی بھنیٹ

از قلم رایتی صاحب پندت جوام شرما جگوانوی میٹھ

ٹھنڈا ہوا نہ جوش نہ خدیہ نہاں رہا
 پیری میں تیرا شوق شہادت جواں رہا
 وقف جیات قوم تن نیم جاں رہا
 شدہ می کا دلور گٹ پے سو عباس رہا
 کیا درد تھا مطلب میں جس کی دوا ملی

نیری محفل میں ہیں نیکو بیٹھے سیکھ رہے ہیں
 اگر ہر قطرہ ناچیز کو گوہر بنانا ہے
 کہڑا تو بہر استقبال ہو پیر مغاں پہلے
 تیرے پہلو میں خورشید سحر بھی آئی جا چکا
 مٹا دے شورشِ امواج بھر بکیراں پہلے
 تو خونِ صد ہزار انجم تو بی لے آساں پہلے
 تو خود ہی زندگی سے ہو چکا ہو میگیاں پہلے
 دشمنِ برحق کے تھے جنگی تیغ نہیں نہاں پہلے
 غصب کا بد نصیبی آج وہ غویا بولاں میں
 نہاں ہے زندگی اقوام کی مرگشیاں میں
 بہا آتی ہے اس گلزار میں چھپے خزان پہلے

اگرے شیام ہیر کوہِ نعم ٹوٹے ٹوٹا رہا ہے
 حرا تھے جلتے ہیں سو طرح لعلِ گول پہلے

قطر کے آنسو

دیندیت یوگ راج شرما صاحبِ نظر سوہاوی

آہ اے منزلِ توحید کے دہر سوامی
 آہ اے غلٹِ شب میں مہ نور سوامی
 آہ اے دیدِ مقدس کے پیہر سوامی
 آہ اے رحمتِ اللہ کے سپہر سوامی

تو بھی گولی سہاقتانہ ہوا افسوس افسوس
 ذکرِ تیرا بھی فسانہ ہوا افسوس افسوس

نوحہ

بیادگارِ سرگیدہ پوجیہ شری سوامی شریا تہجی
 آج ہم صبر کی تلقین دے کر کرتے ہیں
 آخری دمِ محبت کی ادا کرتے ہیں

شہید قوم سوامی شردھانند

(از مہاشہ چندری بانسہ شیدا دہلوی،

مرد میدان حقیقت ہادی سلم یقین	سوامی شردھانند تم کو مر جیہا صد آفریں
کھول کر تم نے گورہ گل ہندولوں کیلئے	دیا ساگر جوانوں کو بنایا با یقین
وہ دکھایا آپ نے سرخسپہ آب حیات	جس کے دنیا والے سدا جبکہ فرخ شمعیں
وہ ہم سنیا سی کا حق پر ہو قاکم دہم	راستگونی سوزہ باز آئے تہ تمشیر کیں
اہل دنیا کو کرے آنا و قید جل سے	ٹلک پر قربان دل صد رہے جان حزن
وہ ہم سے ظلم و ستم کے روکدے انکے تمام	جو کی صورت دوبارہ مانہ ہو پیدا کہیں
خود عرض نا اہل سب بڑی کو چھوڑ دیں	تا نہ بعد مرگ پیش حق ہو دل میں شریکیں
نیز سے نصیحت کی چونکایا ہو ملک قوم کو	وہ کئے کار نمایاں آپ لے صد آفریں

گردشیں اس کی مٹائیں گی اسے بھی لیکر

تا بہ کئے ماری رہی گئے ہم پہ جو رجحان کیں

نہاں ہے زندگی اقوام کی مرگ شہیداں میں

مار چودہری نیام سنگھ صاحب نیام بخور،

میں یراٹی اب گرتی ہے آبرق تیاں پہلے	مگر صیاد تکہ تھیں ختم تری شوخاں پہلے
علانیہ خدمت مل کی فکر تو ہے پھر بھی ہو سکی	رفو کر اپنا چکر پیر میں اے اے اے اے پہلے
یہ رمز زندگی ہے بلبلوت بھولنا اسکو	چمن کی فکر پیچھے ہو خیال آتیاں پہلے

تا ابد تیرا سے گانا نامی برستوار ۶

(بابو کرشن پیلو صاحب مکمل شکر)

میں اٹھتی ہے ہر کدلی پر ہم میں یہ حقیر
 اور آنکھیں ہو رہی ہیں نغمہ و غم سو خشکبار
 اٹھ گیا ہندوستان سے ایک دوشا ہوا
 اٹھ گیا ہندوستان سے ایک لیدہ ٹھگسا
 اٹھ گیا ہندوستان سے ایک سچا جاں نثار
 اے قافی الملک فخر ہند تو می جاں نثار
 جس طرح سے تھیرا اعلیٰ درجہ اعلیٰ خیال
 ویدیا تعلیم کو نفا سب طرح تو نے فروغ
 غالب مراد میں تو نے روح تازہ پھونک دی
 بہتر نیے ملک تھی ہر دم تر سے مد نظر
 لہر کے اُمداد ترجمہ احسان چلک پر کیا
 سنگشن کا اور شدھی کا تو حامی کیون ہو
 دہن کا تو تھا تھا اور سچا تھا اپنا قول کا
 جس سے ہر دم پر کبھی پڑتے ہیں دگر کی انکس
 تو نے جو کچھ بھی کیا ابشر مجدد سے پر کیا
 تیرے کادمان حمید ملی دنیا پر جاں
 تیرے نیک اعمال سورج کی طرح میں آنکھار

کون کہتا ہے کہ تو مل گیا زندہ ہے تو

تا ابد تیرا سے گانا نامی برستوار

کہاں ہے تجھ کوئی اب لاور درہبر رہا جو سینہ سپر قوم کی حمایت پر
 نوہی تھا قوم میں اپنی وہ ایک شیربر حریف کا پتے تھے تیرے نام سے تم تر

جہاں کو زور شجاعت دکھایا اپنا

ہر ایک دل پہ تو سکھ جگایا اپنا

رہا خیال اسی بات کا تجھے ہر دم ۶ بچھڑ گئے ہیں جو بھائی انہیں ملا دیں ہم

رہینگے ساتھ ہمارے اگر وہ ملے ہم اکھڑ سکیں گے نہ ہرگز رہ طلب سے قدم

جو شکستیں ہو ہمارا وہ رنگ لایگا

جہاں کو آئینہ شد معی کا یہ دکھایگا

یہ خون تیرا کرشمے دکھلائے گا کیا ک یہ خون تیرا نئے گل کھلائے گا کیا کیا

یہ خون تیرا یہاں حشر دکھائیگا کیا کیا یہ خون تیرا جہل کو دکھائیگا کیا کیا

یہ خون تیرا حانوں میں جلن لایگا

یہ تر خون بھی بدلہ ترا نکالے گا

تیرے مشن کو سوامی نہ ہم بھلائیگے سہیں گے شوق سے رنج و الم جو آئیگے

حدود کے دار سے ہرگز نہ خوف کھائیگے ۷ یشنگو ہر دم پر ہنس ہنس کے سر کھائیگے

کیا جو تونے وہی ہم کو کام کرنا ہے

شہید ہو کے مسافر کو نام لکھا ہے



اب ہندوؤ کی حالت پھر ہو چکا ہے ابتر برق الم گرمی ہے چرخِ کمن سے دلیر
پھر حشر کا لٹکا ہوں میں پھر گیا ہے منظر اک آگ لگ رہی ہے رنج و الم کی گھر گھر
ہندوستان میں ساگر رہا ہے آلودہ زاری

ہردیہ چل رہی ہے فریاد کی کٹاری
پھر بکسوں کو اپنے اگر کرا دے درشن اُمید کے گلوں سے پھر دھما دامن
اُڑا ہوا چمن ہی تجھ سے نہ کاغذ گشت گر پھر فشار دے تو اک بار اپنا دامن
خون جگر خوشی سے جاتی یہ مار دے تو
بگڑی بنا دے اسکی حالت منور دے تو

شردہا کے پھول

رازِ تہیہ فکرِ گھور کی لال ہی تہیہ سانو

تبری جدائی سے ماتم کدہ جہاں ہوا تباہ قوم کا سر سبز گلستان ہوا
ردائے سو سے عدم تو بے زوشان ہوا زمین سے اس طرح اٹھا کہ آسمان ہوا
شہید ہو کے ملا چکے مرتبہ عالی

شعق کے بھیس میں چمکی خونی لالی

بہادری میں نیر اک کوئی مقابل تھا تو جاں نثار وطن تھا وطن پہ اُٹل تھا
ہراس و خوف نہ تھا جس وہ ترا دل تھا زمانہ بھر تیری مائیداری کا قائل تھا

جودی بھی جان تو سینہ پہ گولیاں کھا کر

گیا جہاں سے شہادت کا مرتبہ پاکر

جو محفل رہویش سے انسان کا لے بجھے کسی پہ درخس ہونے میں چند محبت کے
نہا کے خون میں باجو شہید پاک نفس اجلہ دار میں ہمیشہ دوام جنت کے

شہر دہاند میں اب سرگیاں پر ماند
ہزار کید میں مدد تیری شفقت کے

(۱۴۲۶ھ صوفی)

بھارت و برہماوی شہر حاتمہ

(از حاتمہ انوپ چند آماپ بالی پتی)

بھارت نواسیوں کی عظمت ٹرا نیوالے مردہ دلوں میں قومی آتش جلا نیوالے
مٹنے سے ہندوؤں کی ہستی بچا نیوالے ویدک دھرم کی خاطر خود کو مٹا نیوالے

گو بجا کر یگانہ ساری دنیا میں نام تیرا

ڈنکا بجا کر یگانہ ساری دنیا میں نام تیرا

جس وقت ہندوؤں کا تے کو تھانٹاں بھی اس وقت مرد میاں تو نے بہادری کی
ہاتھوں سے تیرے جہدم شدہ ہی کی بے نیکی انیار کی صفوں میں اک گھنٹی پری تھی

چرچا ہے ہر زبان پر تیری طاہری کا

بجلیت میں گر گیا ہے احسن چتری کا

لنگر دس کو تو نے دیکھے ہے فہم و نشانہ سوا آفتیں اٹھائیں آرام تک بسا را
تقدیر کا وطن کی چھک دبا سدا آواز گو بجتی ہے میدان تو نے مارا

ہر قسم کی مصیبت کو جان پر اٹھائی

اعداء کی سختیوں پر قوم تو بچا لی

عشقوان عمر میں سب کو گھول کے رہا
پاسے میں دہرہ مکہ عالم رہے تم کا حواس
سنگشن شد می کی می بنیاد والی آپ نے
سر کعبہ دہرہ مکہ کی خاطر گنوالی اپنی جان
مرد میدان آپ ہی تھے ظلم بالابد کے
آپ کے نقش قدم چلتا رہا سب کا روان
دشگیری آپ کی جا کے خود کو ہات میں
کارنامے آپ کے ہیں اہل دنیا پر عیاں
سنگشن شد می کو روز افزوں ترقی پر نصیب
صفہ تجارت پہ ہیں گنگد و جس جلیگ دیاں

دشمن جاں تیرا پیچھے کیفر کردار کو لا

حامیان قتل کا منجائے دنیا سے نشان کے
کیسے فرق پہ سہرے بند ہے ہیں عزت کے

راز بندت امر ناتھ صاحب ساہرو دہلوی

عجب کرشمے میں نیز گہائے قدرت کے
حقیقتاً سبق آموز ہیں جو عبرت کے
کیسی آنکھ نہ یوے پڑے ہیں غفلت کے
کسی نگلہ میں جلوے ہیں فرد وحدت کے
کوئی ہے جام ضلالت سے مست خود بینی
کسی کے قلب پہ روشن ہیں راز حکمت کے
کسی نے خلق کی رکھی روادل آئندہ می
کسی نے رشتہ میں کھینچا اُسے محبت کے
کسی کا رشتی اعمال سے ہے منہ کالا
ہے سر خود کوئی نصیحت میں تباہات کے
کسی کے فرق پہ سہرے بند ہے عزت کے
کسی کے فرق پہ سہرے بند ہے عزت کے
عجب طرح کے ہیں نیوگ حسن نظرت کے
جو ششدر ہو تو میں بندے بشر محبت کے
بہ بات پر ہے مرکب خطا ہے ہر انسان
عدوتوں سے محبت کا خون ہوتا ہے
یہی اصول ہیں جو مد نظر میں آید لا
کسی کی غفلت سے ہے حال غفل حیراں ہے
عجب طرح کے ہیں نیوگ حسن نظرت کے
جو ششدر ہو تو میں بندے بشر محبت کے
بہ بات پر ہے مرکب خطا ہے ہر انسان
عدوتوں سے محبت کا خون ہوتا ہے
یہی اصول ہیں جو مد نظر میں آید لا

ہمد میں ترک تعاون کے تو ہی تھا سورا
 تجربہ سے ہی محفوظ از بسک تھا فوجی اتحاد
 منبر اسلام سے جھک کر موئی دعوت نصیب
 اب جو اک سفاک مسلم نے یہ حکم کر دیا ۴
 سے دے جو پاک دل نایاک بن سکتا نہیں
 نوکھا کرتا تھا لیکر پھر جہم میں ہمد میں
 آگہ تیری کر رہے ہیں پھر سے ہم ملنے کی آس
 تو جھک کر غلط شب میں ہیں رستہ دکھ

ہر زبان تیغ تیرا ہی سنتے تھے مہیاں
 اب یہی ڈر ہے نہ پھیلے چلے سو بعض دعا
 کہ تعلق ہندو مسلم کا تھا تو ہی طبیب
 وامن اسلام پر ناپاک دھبہ رکھ دیا ۵
 گرو ڈالے سے قریا پاک ہو سکتا نہیں
 از سر نو روح اک بھوکو نگاہ مردہ ہند میں
 ہند میں چھلایا ہوا ہے چارو ہم دہر اس
 پھر رہے ہیں ہم بجھنے راستہ گم ہو گیا

ہند کی حالت بہت اتر ہوئی ناوہم، آج

بن کے سوامی غائب رہے و لا دو تم سولاج

سوامی شرما تہجدی ہمارا

ادابو ہر شب لال تہجد متوطن جبر شیرہ قطع سہارنپور

اے سیاست دل جان دہرم کی بوج دواں
 سوئے جنت چل بسا ہستی ملا کر خاک میں
 آپ کے کار نمایاں یاد آنے ہیں ہمیں ۴
 جب در دروس پر پہنچا سوار سی کا بولان ۵
 آفریں باداے شہید کر بلا سے ہندوان
 ہو گئے چشم زدن میں آنکھ سے اوجھل کہاں
 آپ کی سجدہ شخصیت کو ہم باتیں کہاں
 دور آئے شوق استقبال میں کرو بیاں
 اتنا پر ماتما کا ہے یہ ادنیٰ سانشاں
 ہر بن موسے اگر نشید کے ہو پیدا زباں
 تیرے اوصاف حمیدہ کا نہ ہو شہد بیاں

تیری اس بلبلان نے عود کی آگیں کھولیں
 تو نے مود کی طرح جو کچھ کہا پورا کیا
 یو تو مرنے کبے آئے ہیں سب سنار میں
 ہو رہی ہیں سازشوں پر سازش اہل دین
 ایسی شکل میں جملہ ناخدا تو بن گیا
 کام شہری کا کمانہ نے جو خون و خطہ
 برق بیکر جب گرا تو خرمن اسلام پر
 ظالموں سے جب نہ یوں شیر شہ ہی رک سکی
 قتل مال لے گیا جھکوبہت اچھا کب
 خوں انہ نیت کا بواہوس لے گیا گیا
 مارنے آیا تھا جھگو مر گیا عبد الرشید
 بس مسافر غم نہ کھا ہوا تھا کچھ ہو گیا
 مثل زخمی شیر کے اٹھ ارفدم آگے بڑھا

لاہنگارنگ خون ناحق تیرا کدن بالیقین
 قوم کی خاطر مرا اور قوم کی خاطر حب
 دین میں وہ نہ مچ مرتے ہیں پراوکار میں
 غرق کرنا چاہتے تھے وہ ہمیں مجاہد میں
 مرتے مرتے بھی مریضوں کی دوا بن گیا
 جھٹ گئے چھٹے حریفوں کے پچھتے قلب جگر
 گرج شکوہ منوں کے دل کو سب منتشر
 جال تب سو بھی فقط اک بزدلانہ قتل کی
 مرہ نبرادو عالم میں دو مالا کر دیا
 مذہب اسلام کا دنیا میں منہ کالا کیا
 دین اور دنیا میں جس کی ہو گئی مٹی پلید
 درد ہے دل میں زب ماتیں نا کچھ کر دیا
 سر کھن ہو کر جہاں میں وید کا کٹنا بجا

پوجیہ سوامی شہر دہاند جی کے بلیدان پر تہروا کے پھول

ایر گیان چند گیتا نام بی۔ اے۔ سٹوڈنٹ

اے شہید قوم واک تو ہمارے ملک ہند
 جگ شہیدی میں شروع سے تھا یہاں تو
 ہرزہ زن و کچھ کپڑی نکاتیرے شہید نام کا
 مرگ یتبری نہ کیوں آئو ہا ملک ہند
 چھوڑ کر سوقت عمو جلیا اس بار تو
 تو نمونہ و حقیقت بن گیا آئشن کام کا

دوسرے ملک بنگالودہ مدانہ ہو گیا	ہائے شر و ہانڈ گولی کا نشانہ ہو گیا
غیر قتل و کھور سے مختلف سے گویا حال	کچھ دنوں پہلے سے تھوہ علامت نہ ہال
شکل دکھلا نیکی تھی آپ کو اگر شفا	سکار گرو نیکی تھی خیر سے کچھ کچھ دوا
ظلم ڈہانے آگیا ایک پر جفا عبد الرشید	ہو چلی تھی انکے صحتیاب ہو نیکی امید
شناختی کیسا تھ سوامی جی نے کھائی گولیاں	ہاتھ میں لیکو طغیہ دو چلائی گولیاں
ایشور کو یاد کر کے دیدیا دم آپ نے	موت کو ڈر گرایا ہرگز نہ کچھ ڈر آپ نے
جان کو یوں دہرم پر قرباں کو نایا ہیے	مر جا مردوں کو ایسی موت مرنا چاہیے
مترل مقصود کی جاب اشعائیں قدم	قوم کا انشب نہیں اسوقت بخاؤ و غم
دہرم ادا جاتی کی سیوا کا کوس ساک خیال	سانے رکھ کر سدا اس دیر سوامی کی مثال
ہمت و جرات سے کر کے کام دکھلا سہی	ہو کے بخوف و خطر میدان میں آئیں سہی
جبکی خاطر سید سوامی ہو گیا اخیلا کا	کام شدھی گہن کا ویدک یر چار کا
جبک نہ جائے آریہ جاتی کا جھنڈا دستجا	دیکھنا وہ کام لوک جالبے نہ اٹھا دستوا
برہمہ جائیں دیکھنا یوں سو کھلے اخیلا کے	بندوں کے محسنوں و خادموں کو مار کر
سنگھن شدھی کا سمجھنے زور سے پر حار اور	شیو زخمی ہو کے جیتا ہے جوں تو بخوار اور
وید جاتی دہرم کی خاطر خوشی سو ہوں تندر	کر کشتہ میں بڑیں پیر و جواں مولہ وار
محب کی بندھن کا رولو لوکا ند نہ ہو	خیر و تلوار کا تیغ و سر کا درہ ہو

موتے مرتے بھی مر بیونگی دوا تو بن گیا

کھور سکھ لال جی آریہ مسافر

اے شہید قوم بھگو آنسہیں صدائیں ہے شہادت پر تیری ناراں وین کی سر زمین

شہید دوم کی عظمت

تو پیدا ہوا تھا زما نے کی خاطر
 کوڑوڑوں جو تھے نام کے بس مسلمان
 حیرتی جیسی ہو موت تو رنج کیسا
 چوٹی جب نہ پانی کی پانی سے سیری
 ہوں وہ لاکھ اس کو پھوٹوں کا پرشتا
 مسلمان نئے کہتے تھے اپنا دشمن
 یہ ہری نے سوامی کا بد کہوں کیا ہے
 بھلا ہم تیرا کیوں نہ حاصل مانیں
 جلا با گیا خاک میں کس لئے تو
 ہمیشہ رہی تم کو محفوظ سوامی
 مرے بھی تو بندوق سے تم مرے ہو
 مصیبت اٹھاتے رہے عمر بھر تم
 ہیں موت تیری یہ عبرت ہے ماتھ
 قتل سے گور دینے کے بے حال ہو دلی بھی
 قتل رسوین کا قصہ ہے ابھی بھولا نہیں
 ہے شہیدی با دم سب کو حقیقت مانے کی
 دل تڑپ اٹھتا ہے کر کے یاد قتل مسکیرام
 آج پھر دل سے آئی ہو قیامت کی خبر

تو مارا لیا تڑپا لے تھی خاطر
 کلیجے سے اُن کو لگانیکی خاطر
 سب آتے ہیں دنیا میں جانکی خاطر
 مرا اس کو خون پلانے کی خاطر
 ہوئی موت یہ گل کھلانے کی خاطر
 بہانا تھا یہ خون بہانے کی خاطر
 میں تین سے بس جنگا نے کی خاطر
 مرا ہے تو ہم کو جلا کے کی خاطر
 نظر میں مہاراجی سمانے کی خاطر
 ہر ہندوستان کے گھرانے کی خاطر
 بھلا کیوں ہمارا کہانے کی خاطر
 ہمیں سیدھے رستے پلانے کی خاطر
 دیکھ نہیں دل لگی دل لگانے کی خاطر
 ہر سرگ کے خوں سے لال ہے دلی ابھی
 اُنجے کوئی شہیدی ہو ابھی تک دشمن
 دہم رخن ہو کے جس نے جان اپنی تادی
 چھائی تھی جس کے مرنے پر ہی ماتم کی شام
 جس کو سنتے ہی گرج اٹھنے کے سب کے دل جگر

خود غرض نا اہل سب بدینتی کو چھوڑ دیں تا نہ بعد مرگ بین حق ہول میں سرگیں
 نیند سے غفلت کی چوٹ کھایا ہے ملک و قوم کو وہ کئے کار نمایاں آب نے صد آفریں
 گر نہیں اس کی سائیں گئی اے بھی ایک دن تاب کے جاری رہیگا ہم پہ جہد چرٹ کیں

— جذ بہ و ہر م —

آریوں نے خوان توڑے دعوت اسلام کے
 پرچہ پیارے رو گئے ہیں اب تو خالی نام کے
 وید کے پرکاش نے کھول میں آنجیں بند کی
 کا قد ہی گھوڑے نہیں چلتے ہیں اب الہام کے
 حضرت ابیس دہو کا جس خدا کو دے گئے
 شوک۔ صاحب پر تو کہیے وہ خدا کس کام کے
 کب بھلا وانا کہیں ہیں آسانی وہ کتاب
 جس میں ہوں مذکور۔ قصے یوسف اور ہیرام کے
 قتل کی دھمکی سے روکے روک نہیں سکتا یہ کام
 سر تکف ہم بھی ہیں حضرت منظر انعام کے
 حق پسند کو اپنے مرتد کہسا یہ خوب سے
 پوچھئے سچ تو ہیں مرتد مولوی اسلام کے
 کھل ہے میل بہن میں آج کل شردنا کے بھول
 ہرطن آئند ہو گا دن گئے آلام کے



سرسبز بونہی نام کرم ویر کا ہو گا ،
 کل شہرت و عزت کی بلندی پہ چبڑے ہینگ
 روئے ہیں ملک اور شیراز جن و سما پر
 اسے چرخ سرشام یہ انہر میرہ اند میرا
 سے کوئے رہبر کے یوں بل کا نتیجہ
 تو کیوں نہ مرا قاتل سفاک ستمگر
 تو روح سواکی کو مٹائے گا بھلاک
 اسے چرخ دکھا دے ہیں مختصر کا نقطہ

مٹ جائیے دنیا سے صداقت ٹیلے ہم
 ریشیوں کے ہو کا ہو اگر خوش ہیں انرا آج

شہید قوم سوامی شروہانند

مہاشم چندی پشادشیدادہلوی

مومیدان حقیقت ہادی علم نقیسی ،
 کھول کر تم نے گود کل ہندو لوں کے لئے
 وہ دکھایا آپ نے سرچشمہ آب حیات
 دہرم سنیا سی کا حق پر ہے قائم مام
 اہل دنیا کو کر کے نژاد قبیہ جیل سے
 دہرم سے ظلم و ستم کے روک دے ناکے تمام

سوامی شروہانند تم جیبا صد انسر ہیں
 دیا ساگر جانوں کو سنایا بالیقین
 جسکے دبا دے ساگر جگ ہیں خوش ہیں
 راستگاری سے نہ باز آئے نہ تمیشر کیں
 ملک بہ قربان دل صد قدر ہی جاں خیز
 جد کی صداقت دوبارہ تانہ ہو پیدا کہیں

نہیں ہیں وہ روز معرفت اس یک بند ہیں
 رکھی ہے صرف لنگا مل میں یہ تشریف
 کر لبتہ ہیں جو جاننا زخوات خلافت پر
 سیا کر خون کوئی ان کی ہستی کیا مٹا بگما
 سینا گروے لبتہ کا کہ حکمت سو خالی تھا
 نہاے خون میں تو سرخروئی کا ملا خلعت
 برستا تھا فلک سے نور سوامی جی کی تھی پر
 شمر گئے صلہ اچھا دیا مہاں فانی کا
 ترے کیا ہاتھ آباہات بھر کر خون ناحق میں
 مٹا سکتے ہیں کیا سدھی کو چھپے آب خجرت
 محبت آمادہ شورش حریمان جنا جو ہیں
 کرونگا کام اپنا بھر جنم اس دیش میں بکر
 شہر سدھی کا پھول لگا گلگا باغ دنیا میں

گئے ہیں سوامی جی سدھی کی خاطر باغ جنت میں
 یہ کار خیر تھا بعد فنا بھی ان کی قسمت میں

کرم ویر سوامی شہر دہاتہ کے پر لوک مگن پر
 شہر دہاتہ کے پھول

لالہ انوپ چند آفتاب پانی پیت

دنیا یہ نظر لائے آگے اسے اہل نظر آج
 ہے کوئی کرم ویر کے پہلے کا بشر آج

اب مناسب ہے اُنھے ہر سو صدائے سنگشن
کوئی بھی محسن نہیں اپنا سوائے سنگشن
رات دن درود کے کہتے ہیں کہاں سنگشن
کیوں سناں ہی ہیں دیتی توانے سنگشن

چل بسا دنیا سے اپنا ناخداے سنگشن
دی پناہ تھی ہم نے جبکہ جان بچانے کے لئے
جو بھٹکنے پھر رہے تھے واہ واہ کے لئے
اپنے گلشن میں جگہ دی آشیانے کیلئے
ہو گئے وہ یہ وہی ہم کو ملنے کیلئے

اب گناہ ہو نہیں سکتا سوائے سنگشن
جان پر ایسی ہزاروں سختیاں ہم نے نہیں
تھوڑے دل سے دشمن کی گالیاں سنو نہیں
سرکھنے غم عالم کی دھمکیاں سننے نہیں
تان کو سیدہ کو اسکی گول بان ہم نے نہیں
اب تک لیکن ہوا اپنا نہ کہے سنگشن

وقت ہے اسے ہمد و ابھوش میں آؤ دُعا
اپنے گھر کو پہنچا ہمارے ہو ہو کے جدا
ایسے بھائیوں پر ہی ہم نے اتنا سیدہ کر لیا
میرجیا کوئی مسلمان کوئی عیسائی مبتلا
پھر چلاؤ ہند میں لکر ہوائے سنگشن

اپنی بڑی ہوئی حالت کو بنانا ہے اگر
دُوبتی ہے کشتی بھارت بچانا ہے اگر
اے رشی سستان کچھ کر کے دکھانا ہو اگر
اپنی اس کھوئی ہوئی شان کو جو پانا ہو اگر
اے تصور مھول کر پلودا اے سنگشن

بھارت کے سنیا سی کا بی ان

زبان حال سے کہتے ہیں نظر مٹان ہو اسی
تہمد و کو ملا کر تاپے خلعت چادر خوں سے
گناہوں سے یہ تھک مقدس پاک کر دینی
بھڑکتے ہیں عتب کرنا وہیں شدھی کے مضمون سے

کیا لائے زندہ بچنے حب وطن کا رنگ
سے جامہ کہن پہ نرالی پہن کا رنگ
دل جانیئے۔ دل جو محبت کے رنگ سے
ہولی چمکی ملک میں الفت کے رنگ سے

احساس ہو گا اعلیٰ کا غسل کے درد کا
حق ہو گا زندہ قوم پہ ہر فرد و فرد کا
ہو گا جب ایک مدعا ہر گرم و سرد کا
ہو گا گرز۔ دل میں خباہتوں کی گرد کا

بھیں گے ہم میں ایک ہی کشتی کے سب سار
ہو جائیں ایک دل تو ہوں ساحل و بحر سار

مگر سنگشن ہو قوم کی آواز ایک ہو
اک سوز میں شریک ہو سب سزا ایک ہو
طرز عمل جدا ہو انداز ایک ہو
سب کے سروں میں مقصد واحد کی ہو دعا

ہوں دل بھی ایک گو ہوں بظاہر جدا جدا

تین ستم کو روکتی ہے سنگشن کی ڈال
سرخے کا قحط ہے جہاں ہے سنگشن کا کال
ہے ایسا اسکے چہرہ بارعب پر حلال
حزات کسی کو آکھ ملائیگی ہے محال

جس دل میں دل ہو اٹھا ہو اریان سنگشن

اس سمت ملان کی جان کی ری جان سنگشن

جب ایک ملت قوم کا شیخ اچھوت ہو
سر پہ سوار با جمی نفرت کا عبوت ہو

تین کی زبان پہ قفل سکوت ہو
نہیں مذہب کا تار خام ہو پیدا کا سوت ہو

اب گزرا رہو نہیں سکسا سوائے سنگشن

(پندرہ گوراند تال صاحب تصور دیوانی)

اے شہید قوم تیرا نام شے کا نہیں
جو جو احسان قوم پر اور ملک پر رونے لگے
تیری قربانی نے اسیں بھوک دی جو کھر بکوع
ہم جدائی میں نیری گمان بھی نہیں
تو جدا ہم سے ہوا لیکن ایک تک ہم میں ہے
ہم نہ بھولینگے وہ صلیب دم کا دم میں ہے
مردہ تن جاتی کا شہرہ آج پھر عالم میں ہے
کچھ ذرا ہی غراں ہم کو ترے ماتم میں ہے

سج سے خوگر ہوا انسان تو شہا آئے رنج

منکلیں بھیریں اتنی کہ آس ن چوٹیں

سوامی شہرہ اندسا پیشوا جاتا رہا۔

بابو ہرنی لال شیدا اتھوٹن جیر بڑہ ضلع سہارنپور

سوامی شہرہ اندھی سا پیشوا جاتا رہا
مسند شد ہی ابھی ہونے پایا نغا تمام
داں صرف حق کو لاحق آج بھلنے کی ہوئی
وہمن جل کے وہ گولی کا نشانہ بن گئے
آپ کی سجدہ صورت آنکھ سے اوجھل ہوئی
کسانٹیوں کو کہ لب پر ثبت ہے ہر سکوت
دہر کے عرش بریں کا کنگرا عاں رہا
درد باقی رہ گیا درد آتشا جاتا رہا
یاں تو ہندو دہریم کا اک آس را جاتا رہا
ہندوؤں کا اک خیمہ کربلا عاتا رہا
ہائے اپنا مصحف حسن و صفا جاتا رہا
شہرہ محشر آج کیوں بانگبہ دہا عاں رہا

بول تو سہارا نہ ہمت میں شہرہ اند ہے

شوگ رچو اک مرد میدان قوم کھاتا رہا

گر بال و پر بھی منکلیں تو پرواز ایک ہو

ازہندت ہے رام جی مشہور جگہ نوبی

آئینا ہے قوم پہ اب عکس کدنگ
ایک لیک برگ گل پہ چوسا چمن کا رنگ

دیکھ بوائے کو اے قال بدوش دُدا موت سے ڈرتے ہیں کب شوق کو مر جوائے
 پیرے ہاتھوں سے عجب شوق کو مر جوائے شہید جوم لیتے ہیں تیرے تیغے کو مرنے والے
 شاد و مرتا سے کبھی ظلم سے بھی جذب ل
 یہ نئے ہی نہیں ترشی سے اتر جوائے

از شری بٹ برج لال جی نسیم لال پوری

پیام آسان ہے غور و سن محویت ہو تجھے مرنے کلمات جو تجھے مٹنے کی چاہت ہو
 تیرا ہر رفتن یا طائر ہر کرے منزل کی حرانی عدو کیا سٹے لیکن تیری محبت قیامت ہو
 اگر ہو زندگی مطلوب مال ہو سہا ہی بن تیرے سینے میں آتن ہو تیرے ہاتھوں میں قضا ہو
 گل کیا غم زندگی میں رنگ بولی کو تندر کد تیری ماغیاں کے دل میں عرف ہو محبت ہو
 بھائے زندگی کو اسٹے سب بھوکہ و بھوکہ عبادت کا طریقہ ہو گر تھکوں کی عبادت ہو
 خیال فیض کو چھوڑ کر عملی مدبر بن تیری ہر زندگی کئی ساس میں مرنے کی عادت ہو

صدی گویاں ہے یہی آواز آتی ہے

یہی زندہ رہیگا جس میں مرنے کی طاقت ہو

دوسریاں احنگہ فبند پوری

مادر ہندوستان پھر آج کس کے علم میں ہے

کیا ہو اکبوں آج مر رہو جوان نام میں ہے ہاں بیکجا چچا جو بھلا ہوا عالم میں ہے
 رنج کوں بورب میں کوں نام کیا پھر میں ہے کہیں زمین نام میں ہے کوں آساں نام میں ہے
 کو سی صورت بھی جوا نکھلتا سماں ہو گئی ہر بسا نہ ہر سا کیوں دیدہ ویر نام میں ہے
 کس کے صدے نے یہاں رحم مانا کر دیتے مادر ہندوستان پھر آج کس کے علم میں ہے

فدا ہے تو م صداقت پرست دانش مند
 نہ الکی ذات سے پہنچا کبھی کسی کو گزند
 یہ ماہتاب محییم تھے دہرم کے پابند
 جیسے تو جان لڑاتے رہے دہرم کیلئے
 مرے تو ہو گئے قربان سنگھٹن کیلئے
 یہ وہ ہیں لوگ بھٹاتے تھے جگوا انگلیوں پر
 یہ وہ ہیں تھے کبھی مسجد زینتِ ممبر
 یہ وہ ہیں سامنے ہندوؤں کے تھے سینہ سپر
 یہ وہ ہیں جن کو نہ تھا جسم و جاں کا خوفِ خطر
 یہ وہ ہیں خلق کی خدمت مدام کرتے تھے
 یہ وہ ہیں جن کی کہ عزت عوام کرتے تھے

موت سے ڈرتے ہیں کب شوق سے منہ ہوا

تیجہ مکتوری پگلوہد رام سسٹھی شاو۔ راولپنڈی

مر جا! آفریں اسے جاں سے گزند ہوا

مر کے بھی جینے ہیں اس شان سے مر ہوا

موت کی ہمت ہے نئی شان سے مثل موتی
 خاک میں ملے نکھرتے ہیں نکھر نہواے

جو راغیار سے تھا چھلنی جگر سینہ دکار
 چھوڑ کر عیش و زرد مال خزانہ گھر بدر
 بکے سیوک ہوا سیوا کیلئے تو تیار
 گوروکل باطل لگا پہ بنایا تو نے
 وید و دیا کا شجر گویا لگایا تو نے
 گوروکل نے ہی یہاں ناگری پھیلائی ہو
 اس نے ہی پھر ج کی عصمت ہیں دکھلائی ہو
 صنعت و حرفت و تعلیم بھی سکھلائی ہو
 اس نے پامال نہیں جڑ قوم کی پہنچائی ہے
 درگاہوں میں زمانیکی ہے یہ ماہ میر
 خلق و تہذیب میں بھی رکھتا بنیر اپنی قطیر
 جب قزاقاں استراستی پیدا کال تھار و قزاق ہوئی
 لہو میں ڈوبی ہوئی ہے یہ کس شہید کی لاش
 یہ گویوں سے ہے کس شیر کا جگر صد پاش
 یہ چور ہو کے بھی رنجوں سے کون ہے بے شن
 یہ کس کے رخ سے برستا ہے و ہرم کا پرکش
 یہ ہندؤں کے کلیجہ میں دنع کسا ہے
 دلوں میں آج یہ روشن چراغ کسا ہے
 شہید زندہ جاوید ہیں یہ مشر و محاند

خوف لاقاہی : تھا ولس تو آفت سبھی
تو تھا مہتاب دنیا اپنی دکھا کر اٹھا
اپنے قاتل کی بھی تو پیاس بھجا کر اٹھا

آہ شہر و صہانند

ملک چھوڑا ہوا دار - مہتاب انار بھلاؤ

تج محروم ہو اس بھول کی ہستی سے چین
جس کی خوشبو سے معطر تھے زمین و آسمان

آج اس شیر نساں سے ہوا خالی بن
جس کے پنجے کیا چاک بڑی دامن

شیفتہ پہ پہ نذا قوم کی تھا آن پہ جو

منسل برہانہ کہیلتا تھا جان پہ جو

آئی ہر سمت سے ہے آج صدائے نام

دل پہ کل قوم کے چھایا ہے بہت بچہ و ام

عم داندو سے ہر ایک بخر ہے بے دم

نور سینے میں ہے اور چشم ہوئی ہے پُر غم

وہیں بھلا کس طرح ہم موہنی مورت تیری

خسرو ہانڈی دلیں ہے صورت تیری

دم یہ چھائی تھی جو وقت گھٹتا اور ادا بار

کہ گئی کام گولی قاتل کی ہو گئے اُن شہید شہداء ہند
 آریہ پریش سب اور اس میں آج جسکو دیکھو وہی ہے ناخوہند
 فلک تارخ جب ہوئی سبیل بولا ہاتھ سے کرو سہ چند
 پھر تو سہ قریب کیا میں نے آہ۔ آہ ہائے ہائے شہداء ہند
 خواب خرگوش میں تھے ہم کو جگ کے چھوڑا

دھرم کی دُوبنی نیت کو بچ کے چھوڑا
 رکھی بیواؤں کا سب رنج مٹا کر چھوڑا
 عہم کے چغل سے تیوں کو چھڑا کے چھوڑا
 قوم کے واسطے دکھ درد کی برداہ کی
 عیش و آرام سے رہنے کی سمجھی چاہ نہ کی
 ہندو جاتی کے تھے کچھ لال بزیں ادا بار
 تاک میں بیٹھے چرانے کیلئے تھے اغیار
 آنکھ جو تیری مڑی ہو گیا فوراً تیار
 سب کو رشتے میں پرو کر کے بنایا اک ہار
 اسی جرأت نے تیری جان کو لیکر چھوڑا
 جلیا ہنستا ہوا منہ نہ دہرم سے موڑا
 رنج و آفات سے اغیار کی طاقت کو کبھی
 ڈانگایا نہ قدم راہِ عدالت سے کبھی
 پیش آیا نہ عداوت سے کبھی حقارت سے کبھی

وائے برائے ان اگر کے عوض پائیں بہشت
 تمہارا سرور گل جہاں سبیل پشامی
 ہے شر دیا نڈ کا نام کو دیا نڈ کے بعد
 یاد رکھیں گے ہم اس غم کو دیا نڈ کے بعد
 پوچھنے والا تھا ہر وقت پہ مرنے والا
 قوم کے دیدہ پر غم کو دیا نڈ کے بعد
 قوم والے بھی سمجھتے تھے غنیمت مسکو
 اسی ہستی کو اسی دم کو دیا نڈ کے بعد
 بھول کر بھی نہ کبھی بھولے گی ہندو جاتی
 یاد رکھیں گے اسی دم کو دیا نڈ کے بعد
 یہ ہی تھا جس نے کہ پھر شد ہی کے منتر ترک کر
 قوم سے دور کیا ہم کو دیا نڈ کے بعد
 قوم والوں سے کیا پیچہ قاتل نے جدا
 قوم کے مونس و ہمدم کو دیا نڈ کے بعد
 قسمت قوم میں شاید کہ یہی کہتا تھا
 کہ بھلائے صفت نام کو دیا نڈ کے بعد
 ہو گئی موت ستیا نغ مکمل
 اور آگ دافع ملا ہم کو دیا نڈ کے بعد

قطرہ دریا ہو چکا تھا اور ذرہ آفتاب
 تھی نہ اب کوئی کسریاتی کہ سنیا سی تھا وہ
 موتی ہے ہمدرد سنیا سی کی کائنات
 سورگ میں ہے محل ہستی کہ سنیا سی تھا وہ
 ٹوٹنے والا ہے تجھ آسمان سے ہسرا آج
 یاد رکھ اس خوں کو اسے وہلی کہ سنیا سی تھا وہ
 قاتل سفاک اس میں کچھ نہیں تیرا قصور
 تو نے ثابت کر دیا اپنے عقیدہ کا قصور
 وہ عقیدہ جو دلائے جرأت قتل فقیر
 لائق نفوس ہے حجت کا ضاں ہی کیوں نہ ہو
 قتل ناحق پر جو آادہ کرے جنت نہیں
 راحتوں میں انتخاب دو جہاں ہی کیوں نہ ہو
 وہ تمنا ہے یزیدی قتل سے بھر جائے
 وہ تمنا ہے ہشت جادو نہ ہی کون نہ ہو
 جس کا ایذا قتل پر ہو منحصر مچھوٹا ہے وہ
 وعدہ جانا نہ حمد جہاں ہی کیوں نہ ہو
 قاتل درویش ہے وقت عذاب و انجی
 سجدہ ریزی میں جوابتہاں ہی کیوں نہ ہو
 قتل و قامت میں نہادہ کونسا ہی کا نہشت

گری ہے کوئڈ کر بھی اسی شلخ شبنم پر

کہوں کیا نوہ غم ابدل دل گیر خامہ سے
میکتے ہیں یہ آنسو دم تحریر خامہ سے
جہاں سے کون کا کام تھا آج رخصت ہے

یہ کسکے سوگ میں نذر خزان باغ مسرت ہے
یہ فی القوم کی ضیا سے تھیری آج رخت ہے
فدائے ملک ملت نے پیا جام شہادت ہے
جو شہر و ہاں ہندو سوامی قوم کی انہوں کا تھا تارا

نہ جس نے عمر بھر تھا قوم کی خدمت سے جی ہارا
روانہ آہ وہ سوئے عدم بھی آج ہوتا ہے

کہ جسکے سوگ میں پیر فلک بھی آہ رونا ہے
جہاں کا تیری صدمہ ہر ایک عالم کو ہوتا ہے
تیرے غم میں ہر ایک شبنم سوا بگل منہ کو ہوتا ہے

خون ناحق

موت سے بیخوف تھا اندنگی سے بے نیاز
پاچکا تھا موکش جیتے جی کہ سیاسی تھا وہ

اس دنیا کی ہوس تھی اوروہ حقینی سے غرض
دو دنوں عالم سے تھا مستغنی کہ سیاسی تھا وہ

جدا تیری قوم کو گواہ نہیں سکتی
 کہ پیدا تیری ہستی پھر وہ بارہ ہو نہیں سکتی
 ہزاروں کو قتل و نیا کی خاطر دل یہ ہتا ہے
 شہیدوں کو ہر ایک یوں زندہ جاوید کہنا ہے
 کہ روشن نام دہا میں ہمیشہ انکار تھا ہے
 انہیں کے فغن کا دیا ہر ایک سمت میں بہتا ہے
 مٹی جاتی ہے دنیا دیکھ لو تائب میں اُن کی
 زمانہ جان دیتا ہے ہر ایک تقلید میں اُن کی
 دکھایا کچھ اتر بھی رقص سہل نے ترے دل پر
 چھری تو شوق سے پھیری تھی قاتل مرغ سہل پر
 کہیں گے دیکھنا صدیق کیا کباب اہل محفل پر
 یہ چھینے رنگ کر بیٹھنے نیا دامن قاتل پر
 بکار لگے ہو یہ دیکھنا اک دن زباں ہو کر
 رہیں گے جان زنگ و گلی آسمان ہو کر

نوحہ عم

گھٹائیں یاس کی چھای ہوئی ہیں صحن گلشن پر
 شہزادے آہ کے چپل ہوتے ہیں چراغ پر من پر
 کھٹکتا ہے ہر باجو آشتیاں صیاد بد نطق پر

بن کے شہر ہا تہ اس شہی یہ ہم مٹ جائینگے

(از توفیق شریعتی شاعری دیوی جی سابق امضی بکرم)

دشمنوں کو اپنے دل کے حوصلے دکھلائیے
شیر میں ہم بھیڑیوں کی طرح گھبرا جائیں گے
غیر ملکوں کی زبان سے فائدہ کیا جائے
سفید پرواز مذہب جلد مٹ جائیں گے
بن کے شہر ہا تہ اس شہی یہ ہم مٹ جائیں گے
بندہ اسلام لاکھوں آریہ بن جائیں گے
رب فدا دتی جتائے ہیں کہ یہ درجائیں گے
آریہ ہیں گویا یوں پہلے کہا جائے
کیا اسی زور شجاعت پر حد و اترا جائے
ہم تو شہر و تانند کے نقش قدم پر جائیں گے
دیر کیا ان بڑوں کی دھمکیوں میں آجائے
غیر منہی بھی جاۓ، پتھے میں آجائیں گے
دشمنان وید شتر بھی گلے لگ جائیں گے
بزدلان قوم کیا اپنے مقابل آئیں گے

آریہ بن بن کے میراج شہادت پائیں گے
بابر و محمود کی کمزوریاں دکھلائیں گے
نعرۃ اللہ اکبر متقل ہوا دم میں
یا در کہیں ایشور رکشک بے دیک دہرم کا
گر انہیں تبلیغ کا حق ہے تو شہی کا نہیں
گر ہا تہ دن یوں نہیں پرچار دیک دہرم کا
طہیت کے سبب مقابل نہیں کئے ہرگز
ہم گھٹا دیں نشانہ بن کے زور حیدری
ایک سید اکبر سالہ پر ہمو کے ہے وار
ہو مبارک دشمنوں کو یہ رہنمائی دے
گیاں پر تلوار چل سکتی نہیں اگیان کی
گروں ہی کو شاں رہیں گے کام میں شہی کو ہم
ہم محبت سے اگر دیں گے انہیں تعلیم وید
آریہ ویر ویکھد ورم و میداں بن کے آج

حوصلے دل کے نکالیں غیر تو تلوار سے

شاعری کیا تہ ہم شہدہ ہو کر تے جائیں گے

نیگا پھر یہ بھلت گھر گڑھوں دیوانہ

رواج اٹھ جائیگا بھلا ہے پھین کو دو ہونگا
نہ ہو کا نام بھی پھر کیا دگری کے پاؤں کا
نہ جلنے پائے گانتا ہے ہر سچے اچھوتوں کا
دہلیوں پر گانہ پھر دہلی کے ٹھنڈے ٹھنڈے

ہم سے من میں پھر اٹھتی ہر آنکھ کی ہر آنکھ
کہ گھر گشتا بھائی کی سیاں گھر کی نہیں

سہا " بھئی اس دن سرگ و سنبھری ہوگی
کلی آتش کی آتش کی گول بنکر کھلی ہوگی
دہری ہر دے کے منہ میں اسی کی موتی ہوگی
کریٹے اسکی بوجا ہم یہ دیوی لکشی ہوگی

شہر اس موٹی دیوی یہ من و اندر
لگا کر پھر سے لو آتی اس کی آمد نیلے

شہر مانند کی ارٹھی

(از ہاشم نامک چند صاحب نانکے قلم سے)

یہ کیا آیا ہے پیغام جگر پاش
یہ کس کی آج مرگ ناگہاں ہے
زمین پر کیوں بچھی ہے مانی صف
فلک کس کے الم میں خوچکاں ہے
سوتا ہے گریہ پیچھا آہ و زاری
غرض ہر سو قیامت کا سماں ہے
پیلا ہے سوامی کے جام شہادت
جو آریہ قوم کو زندہ کتاں ہے

عقیدت و حق پھرتی ہے میری
شہر مانند کی ارٹھی کہاں ہے

اسنگ ٹھکی زخموں کی ریشوں کو تو بل میں دے بیٹھے نندو جیون کن رن تھل میں
 مہانترام کا دھنکڑا گا دواوندل میں دھنی ٹوٹھلی کاشتری کی چاڑی لہلہ میں

یہاں مٹی بجا رنگا ہلا بھری والا

میں گیتا سنایا گا رانا اند کا لالا

ہیں گڑبھرتی جگتی کاسکھائی دی مٹی نندیا ایکٹا کا پھر سنائی دی مٹی
 ہیں پراچین جہارت پھر کھائی دی مٹی کہ منڈپ دیو سیلا کا چائی دی مٹی

وہ مٹی جب نہیں گے ہم سہل جون مر گیا

بیچلی اس کی پتھک جب تڑوں کا ٹٹھن ہو گیا

سے آئیگا پھر پراچین دویا کا گردل میں کہ بچہ پھر پراچلی ہو گا گردل میں
 جو دردن آچاریہ سے پائیں گے کھٹا گردن میں سینک پھر پراچلی ہو گا گردل میں

یہ وہ ہے سنتھاروی جھکو پھر چلا یا ہے

یہ وہ ہے سنتھا دیدوں کا چہرہ تھپا یا ہے

گر وہی پریم کی سکھایا دویا تھی لیں گے بڑے چھوٹے دھنی نندو جن برابر ملے بیٹھے
 جو جھلک پریم کے دیپک کو ہم ہر دہن کہیں گے گردل میں ہمارے ہر سواں کرشن کھیلے گے

رہیں گے بریجاری بجائی بجائی بنکے آپس میں

کر نیچے دیں گی سیرا تو بل ہو گا سنسن میں

تو بل بریجاری بلکے لکھنا دکھائیں گے کہ دیک دہم کی جہارت میں پھر گنگا بہائی گئی
 گرے میں جو راتوں میں نہیں پچا بنا دیکے نئی نئی گڑبھرتی کے آسن پر بٹھا دیکے

برا دنیا میں ہو گا برکت اپنی کاساؤں کا

پشیمانی

(از کوئی پشیمانی ہمدرد راج بہادر شہزادہ - اے)

جب اپنے دہرم پر طہار شدہ رہتا ہوتا ہے جو پری بھکت میں ان کے دیکھ لیتے ہیں
 یوں ہر کوہ شہزادی کے گنگا جل کو دیکھتے ہیں کہ سوئی آنکھ کی کپڑی کے مالامال پر دیکھتے ہیں

کیا منتاپ بند و جلت لے انکول شہزاد کے

چرٹلے دیر نیاسی پہ بے چول شہزاد کے

مرے جو دہرم بہت میں ہو انسان سوامی کا ہرک پرانی کی دانی پر ہو انکول گان سوامی کا
 کہ گنگا کاریہ پور اسرو شکیتان سوامی کا کہ اوجھت رنگ لائیگا مہا بلیدان سوامی کا

ہر جو کرم کی مرید اور بھگوان واس کا

بہت شواہش و پرین کہ ویر گیان ہونگا

دیکھائی لو لک شکت اپنی آریہ لائش سینگ دیوان جہرم یو دھوں کی تائش
 پھلچھو لیس کی بھارت درش کے ہر دہرم تائش دھرتی ہونگی من بن گاہیتون کے جگائش

کسی دن آریہ جھومی دہرم دھرتی و بھری ہوگی

کہ ان کے رکت کی لالی لے پھرتی ہری ہوگی

سکل برہما دیو پھلیکا پھو دید وں کا اچھا لا بنینگے چہرے پر سون گنت اور گونٹالا
 اچھوت اور برہمن بل کر سیں گے ریم کا سالا نیکی دہرم کے خوں کی بند نکشیں مالا

وہ دن آئیگا ہو گا دہرم کا پرچار دینا میں

منائی دیگی پھر دیدوں کی بے جے کار دینا میں

یہ وہ ہیں جن کو شہادت کی لگنی سوج
زبان خلق پہ ہے کہ نور آفریں کا خراج
یہ بھی ہیں غرگور و دل یہی ہیں فخر سلج
یہی ہیں آج شہیدین قوم کے سرتاج
یہ وہ ہیں قوم کی حالت کو جو ہنحال چلے

کہ مرتے مرتے بھی خدی میں جان ڈال چلے
انہیں کی تاک میں تھا آہ قتل سفاک
لعین سچے شیطان فتنہ گر ناپاک
بستم شعلے انسانیت پہ ڈالی خاک
کیا خلیفہ ہے بیمار ناتواں کو ہلاک
دیکھ لیا جو ہر مردانگی یہ قاتل نے

کیا ہتھے پہ بے بس چار بزدل نے
جفا شعار کو احسان کا نہ تھا احساس
کہ پانی پی کے بھی تھی تشنہ لبت خون کی پیا
کیا نہ صغف خلالت کا بھی شقی نے پاس
نہ آیا دامن غمے پتوں لیں میں خوف ہراس

غریبے کا قیامت میں کیسہ سازی کا
کہ سر سے نکلیے گا سارے اجڑے غازی کا

فخر رنگ یہ خون شہید لائے گا
کہ سنگین کے ہر ایک فقرہ کا مر آئیگا
سے گا جو یہ فسانہ وہ جویش کہا آئیگا
بشر تو کیا ہے فرشتوں کا دل بہر آئیگا
بستم شعلہ سبجے کہ مٹ گئی شمشادی
کریں گے روز بزدلوں کی ہم نئی شمشادی

شہید زندہ جاوید ہوا می شہادت

(مثنوی پلے لال صاحب (دوق دہوی)

ابو میں ڈوبی ہے یہ کس شہید کی لاش یہ گولیوں کی کس شیر کا جگر صاف پائے
یہ چند ہو کے بھی رنوں کی کون ہو نشان یہ کس کے منہ کی ہستیاں ہر دم کا پائے

یہ ہندوؤں کے کلیجہ پر طاعن کر کا ہے

دلوں میں آج یہ روشن چراغ کر کا ہے

یہ کس کی لاش ہے از دہام خلقت کا پیابے جام یہ کس کے مرد شہادت کا
طبابے آج کے مرتبہ حقیقت کا یہ کس کے سر پر زین ہر تاج شہادت کا

یہ کس کی خون میں ڈوبی ہوئی کہانی ہو

یہ کون دیر ہے جو لیکھرام ثانی ہے

شہید زندہ جاوید میں یہ نشر و نامند نڈے قوم صداقت پرست دانشمند
نہ ان کی ذات کی پہچان بھی کسی کو گونڈ یہ سنیاں محکم تھے و برم کے پامند

بے تو جان لڑتے سے وطن کیلئے

مرے تو ہر گے قربان سنگھن کیلئے

یہ وہ ہیں لگ بھگ تھی جگہ آنکھوں پر یہ وہ ہیں تھے کبھی مسجد میں زینت مسر
یہ وہ ہیں سائے نبذ کی تھی سینہ سپر یہ وہ ہیں جگہ تھا جرم جاں کا خوف و خطر

یہ وہ ہیں خلق کی خدمت مدام کرتے تھے

یہ وہ ہیں جن کی عزت عوام کرتے تھے

میں نے قدم کس کے لئے کس کی تقریر سے دوبارہ دل جو
 بنی تیرے لئے عدو چال کئے کس نے امت کے پیلے نہیں ہر کوئی
 کون اپنا تھا سعیت میں وہی شہر تانت
 آدم کا جھنڈا کیا چاروں طرف جس نے بلند
 علم و فن عدل کی نیران میں کھڑے تو لے
 اے سوامی وہ تعید کے موتی رونے چڑھ کر اغیار کے سر پر تے جا دو بولے
 یعنی شہیدی کا علم و ہر میں کھاڑا تو لے
 پائے دشمن بہ سرخنگ اکھاڑا تو لے
 خدمت خلق میں سب عمر گذاری تو لے زلف ملت کہ پریشان تھی سنواری تو لے
 ہند میں فیض کے دریا کئے جاری تو لے لاج رکھ لی وہم تحقیر سہاری تو لے
 اب کہ تو ساکن جنت بے شہادت پا کر
 ہیں تبارا دے جیئیں ہند میں ہم کیا کہا کر
 آ کہ پھر اہل وطن تیرے لئے نالوں میں آ کہ پھر ہند میں برباد یوں کے سماں ہیں
 آ کہ پھر جامہ تبلیغ سے ہم عریاں ہیں آ کہ پھر قوم میں بے وقفہ غم و جواں ہیں
 آ کہ پھر ہند میں شہی کا علم لہرا دیں
 آ کہ پھر سے تجھے ہم اپنے دلوں میں جا دیں

کھاتے تھے جس کی بزرگی کی دشتے سرگند پاکبازی میں چاند کا تھا جو فرزند
 عرب تسلیم ہے جس کی تھے فلک لہندی میں
 کیا فلک؟ عرش بریں پر تھے ملک لہندی میں
 ملک الموت سے جب غم کا نہ بہہ بار اٹھا حیف بید پر ایک دست ستم کا اٹھا
 غل ہوا چار طرف موت کا بیار اٹھا جی گیا۔ زندہ ہوا قوم کا سر اٹھا
 اس شہادت سے بھی مڑوں میں نئی جان آئی
 لوٹ کر عالم بالا سے گئی جان آئی
 اس کے ہر قول سے ہر اہل وطن زندہ تھا یعنی مکیلیں کے ترنم سے چمن زندہ تھا
 وہ جو زندہ تھا قول زندہ تھے تن زندہ تھا اسی کے لئے کیا چرخ کہن زندہ تھا
 دونوں ماہتوں سے جو دل تھا مچھلے پھرتے ہیں
 افسک آنکھوں سے نہیں گرتے بول گرتے ہیں
 کھودیا آہ حقیقت کا گہر قاتل نے بے نتیجہ پایا ہوتا پتھر کا جگر قاتل نے
 نقشِ فطرت کو مٹایا جو نظر قاتل نے داکیا اپنے لئے موت کا در قاتل نے
 آج اسلام کی رحمت کا زمانہ سمجھا
 جس نے دلیوں کو بھی گولی کا نشانہ سمجھا
 آگے نیگیڈوں کے وہ سینہ سپر ہوتا تھا پیش پیش اپنے دی اہل جگر ہوتا تھا
 قوم کیا تھ وہ ہوتا تھا اگر ہوتا تھا اس کا ہر وقت اسی غم میں بسر ہوتا تھا
 کشتِ ملت کو نظر اپنے لہو سے سینچا
 اس شہادت سے شہیدوں کا ہوا سر پہنچا

جنوں کے ہاتھ میں صبر و شکیبائی کا داماں ہے
 بیاباں ہے کوئی یا کوچہ چاک گریباں ہے
 شب تاریک غم ہے، کثرتِ اندوہ و حیراں ہے
 خدا ہی بے گسوں کا سو گوارے میں نگہیاں ہے
 شکستہ ضبط کے چوہے بولتے غمناک ہیں
 ٹھہر جا اسے دل غمناک عشق آئے کے ساماں ہیں

آ کہ پھر بہت میں شہرِ حق کا علم لہرا دیں

(از بیاد قلم نیت یو گراج شرما نظریہ سونا نوری)

آج میخانے میں کیا لندی ہے میخا رو پر
 افک نکلوں سے ڈھلے جاتے میں خلد پر
 پیڑگی ادھسے دجام کے گلزاروں پر
 بیکی چھائی ہی بانگے گنہگاروں پر
 خبر نہ ہے کہ ساتی نہیں میخانے میں
 یعنی جو کچھ بھی تھا باقی نہیں میخانے میں
 کون ساتی؟ کہ جو تھا ہر دفا کی تصویر
 راہ بھولے ہوؤں کو راہنما کی تصویر
 دور تھی جس کے سبب رنج و بلا کی تصویر
 ذات تھی جس کی یہاں لطفِ خدا کی تصویر
 نگہِ مست سے جس کی تھا زانہ سرشار
 میکدہ جہاں کی عنایات سے تھا باغ و بہار
 کون ساتی تھا وہ؟ مقتول جفا شہر مانند
 جس کا ہر کام تھا فطرت کی لگا ہونے پسند

بنے گا کون اب شادی کا دیر آپ کی ہے ہو
 قیامت بھی کسی دن آئے گی عجب المیہ شدت آخر
 ترسی مٹی کی بھی ہوگی کہی مٹی پلید آخر
 شب تاریک غم ہوگی یہ تیری صبح عید آخر
 تجھ لعنت کرے گی ایک دن روج میں آخر
 ہڑے گی روج پر تیرے کوئی ضرب شدید آخر
 بلے گی خاک میں جنت کے بلے کی امید آخر
 سوامی جی کانوں کو کے پیانوں کی نائے کا
 ترے مشرب میں احساں تھا یہی پانی پلاؤ کا
 خمر بھی ہے تجھے اذم شد غول بیابانی
 ہنود میزبانی کیا ہے کیا ہے شانِ مہانی
 دم آخر بھی سوامی جی نہ بولے فرض انسانی
 پیا جام شہادت جب تجھے پلوادیا پانی
 پھر اس پر بھی مریض ناؤں کے قتل کی مہانی
 انہیں خونریزیوں پر تھا تجھے نازِ مسلمانی
 خدا کے سامنے تو حشر میں کیا نہ دیکھا گیا
 سبب اس میزباں کے قتل کا تو کیا بتائیگا
 ہوائے درد کا دنیا میں چل رہا ہے نہ دریاں ہے
 غم سوامی کے دریا کی نہ کچھ حد ہے نہ پیمائیں ہے

چمن شد ہی کا اب گھل جا یگا بلخ جہاں ہو کر
 اسے سینچا ہے تو نے اپنیخوں سے باغباں ہو کر
 زمین سنگین مانا کہ گردِ کارِ رواں ہو گی
 مگر یہ گردِ اڑا کر کسی دن آسماں ہو گی
 دمِ آخر بھی تھی فیکل وطن آنکھوں کے تاروں میں
 پس مرن بھی ہوئے وفا پھولوں کے تاروں میں
 بری میر تو نے ڈالی جاں وطن کے جاں نشا و نسب
 بری کمتی نے پھونکی روح تیرے سوگو اردوں میں
 ہنری تھے ہنر تجھ میں کہیں گے ہم مزاروں میں
 غمراہی بڑائی تھی کہ تھا تو جاں ہزاروں میں
 کبھی نیلاس کا منظر کبھی منظر شہادت کا
 تماشا دیکھ لیں دشمن تیرے چون کی غفلت کا
 کہانی دردِ غم کی آہ! اب کس کو سنائیں ہم
 کلیجہ چیر کر جاتی کا اب کس کو دکھائیں ہم
 یہی پر ماتا سے مانگتے ہیں اب دعائیں ہم
 تجھے بھولیں نہ ہم گو غم کو تیرے بھول جائیں ہم
 غضب ہے کہ نہ اب تیرے مشن پر جاں لڑائیں ہم
 ستم ہے مرنیوالے اڑانہ ایمان تجھ پہ لائیں ہم
 دمِ آخر دمانِ زخم سے یہ مسئلہ طے ہو

سناتن درہم واسے بھی تجھے جاں سے پیارے تھے
 بے نفاق بند و دُوسلم سے چلتے دل پہ آسے تھے
 بچو امن و اماں و صلح کے بہاتے تھارے تھو
 تیرے دلیس جگہ جن کی تھی، وہ آفت کے مارے تھے
 نہ تھا دنیا میں جن کا کوئی وہ تیرے دُلاسے تھے
 تیرے غم نے ترا عطرِ عقیدت اور کھینچا ہے
 ترے خوں نے نہالِ زندگی تو مہینچا ہے
 وطن کے بے زباں دُوبے ہوئے تھے اُٹھائے تھے
 تنہی کشتی کے کہو یا تم ہی دریا کے کنارے تھے
 وسیلے بے نواؤں کے تو دیکھو کے گزارے تھے
 انا تھوں کے سہانگ تھے اچھو توں کے سہارے تھے
 چلے ہو پھر کر منہ! کیا یہی وعدے تھائے تھے
 وہ دن بھی یاد میں جب ہم تھائے تم ہائے تھے
 تھائے صدمہ رحلت سے سو تاجا ک سینہ ہے
 عشق داغِ فرقت خاتمِ دل کا نگینہ ہے
 تیرے مشہد سے دشمن کیلے ہیں شاداں ہو کر
 تراخوں رنگِ لائیکا شہابِ ارغواں ہو کر
 ادھر قاتل بڑا سفاک مرگِ ناگہاں ہو کر
 ادھر دُوسری قضا تیری حیاتِ جاوداں ہو کر

ریا کر اپنی ہستی بستی نام و نشان پانا
 قضا کو دے کے دم تیرا حیاتِ جادواں پانا
 وہ مسجد اور وہ منبر، وہ تیرا وعظِ سر مانا
 وہ منظر اتحادِ ہندو و مسلم کا دکھلانا
 وہ سنگینوں کا تن جانا وہ کزوروں کا گھبرانا
 تیرا سینہ سپر ہو کر سر میلں وہ دُٹ جانا
 مسیح ابن کے انصاری کا وہ تشریف لے آنا،
 وہ تیرے روگ کا تیری ہی محبت کی قسم کھانا
 سب تم وہ مہابی کا کرم وہ میزبانی کا
 وغیرہ لالہ کی وہ اعوض وہ سردپانی کا
 لبِ زخم جگر اپنا لبِ فریاد ہو جاتا
 ہائے انتخابِ فردِ غم پر صداد ہو جاتا
 ذرا تو کچھ علاجِ خاطرِ ناشاد ہو جاتا
 عطا کچھ دشمنوں ہی کا ہمیں پرشاد ہو جاتا
 سب ہی کچھ وصیت کا تہلہ یاد ہو جاتا
 وہاں زخم ہی سے کچھ ہمیں ارشاد ہو جاتا
 حقیقتِ ربے جی آئیں کہ پندت لیکر ہم آئیں
 تیرا رزقِ شہادت کوئی صاحب ہم کو سمجھنا آئیں
 ساجی ہی نہ کچھ تنہا تیری آنکھوں کے تائے تھے

ہمارے زخم کہتے ہیں مگر کچھ اور ہی ہم سے
 قتال سے، آہ سے، فریاد سے، شیون سے، ماتم سے
 ہمیں فرمت کہاں ہے کچھ کل غم لئے پیہم سے
 شہید قوم کے چہرؤں پہ اپنا سر جھکاتے ہیں
 بہا کر انگ خوں - یہ پھول شہر کے پڑتے ہیں
 فلکیت قلب بھارت کی صدا - اوجستہ تن اس لئے
 ہمیں کہتی ہے کیا - اب گردش چرخ کہن اس لئے
 لہو رقی ہے غمگیں شمع حال! انجمن سن لئے
 بہاقتی انگ خوں پہلے پہل ہے رو واد چمن سن لئے
 دہان زخم دل سے - قصبہ پنج دمن سن لئے
 شہید ہند! کچھ تو شیون اہل دمن سن لئے
 نہ کچھ لینے کو آئے ہیں نہ کچھ دینے کو لائے ہیں
 کفن منہ سے ہمارے ماتم تو ہے دشمن کو آئی ہیں
 وہ دہلٹ ایکٹ کے قصبے ستم وہ مارشل لا کے
 غضب وہ سختیاں تیرا اٹھانا جیل میں جا کے
 وہ قاتل کو بلانا دہرم سنگھ کو حکم دیا کے
 ترا جام شہادت ان! وہ پینا پانی پلوا کے
 ترا سینہ پر بو کر - وہ مرنا تو لیاں کھا کے
 خوشی سے جان دینا وہ ترا! اولال ماتا کے

یہ تیری سینہ کوئی آہ! اے آتش بچیاں! کب تک
 وہاں زخم سے نکلے گا آہوں کا دھواں کب تک
 یہ تیری سسکیاں کب تک! یہ تیری ہچکیاں کب تک
 درمیں گے اٹک خوں، زخم جگر کے ترجمان کب تک
 ہے کاشتِ غم سے تو آخری ہونہ خواں کب تک
 اترے خاک و خوں میں لوٹنے والے قضا کب تک
 زباں سے، آنکھ سے، ابرو سے، چوٹن سے، اشاروں سے
 وہاں زخم تیرے کچھ تو کہیں دلِ فکاروں سے
 وہ زخم سے قسمت بول۔ اب ہم ہی بتاتے ہیں
 ہیں بچے کو کلیجہ چیر کر اپنا دکھاتے ہیں
 ہم اپنی آہ کی پستول کی گولی چلاتے ہیں
 دلِ ناشاد کو مقتول کا لاشہ بناتے ہیں
 بہا کر اٹک خوںِ دل میں صفِ ماتم بچھاتے ہیں
 جو کچھ ہم نے پڑھا ہے تیج، میں تجھ کو سناتے ہیں
 شہید و قتل ہو کر ہو گیا درد و سس کواری
 وہ قیرا لال، منشی رام مشرد ماتم دنیا سنی
 کیجے کٹ گیا ہے۔ بلے کیا کیا شتر غم سے
 بیاں کون نہم خوں ناہِ دلِ چشم پر غم سے
 یہ لانا زخم پر انگوٹہ بندھا ہے مرہم سے

ترایہ ہر دہان زخم چشم خونچکاں کیوں ہے
 لب زخم جگرید بشکوہ جور فلک کیوں ہے
 رنگی خون شہادت میں تری نوک پلک کیوں ہے
 ترے ٹوٹے ہوئے دل کا مکاں اتم سرا کیوں ہے
 تیرے غم کے میں مجمع اہل عرا کیوں ہے
 کلیچہ تمام کر یہ "مائے" کی بجلی صلیب کیوں ہے
 مگر یہ ہاتھ رکھ کر درد پہلو میں اٹھائیوں ہے
 ترا خون تننا۔ اشک خوں بن کر بہائیوں ہے
 ترایہ حال اے ہندوستان کچھ تو بتا! کیوں ہے
 "اواسی" مودی بن کر تری صورت پہ چھائی ہے
 فلک نے کونسی تازہ قیامت تجھ پہ ڈالی ہے
 گیلہ پستول ہکا کیسا؟ شکایت کیسی قاتل کی؟
 ترے پہلو میں دل دہر کا کہ پھر کی لاش بسمل کی
 بندھی ہے کیوں تری چکی؟ بہری کیوں تری ہلی
 مگر کس کے غم رحلت نے توڑی ہے ترے دل کی
 سنی ہے خون میں کیوں چاندنی محبت کی کھنکھل کی
 کسی معصوم نے کیا قطع قربانی کی منزل کی
 نشان سرخ سے رستے غم کے کئے ناپے ہیں
 کسی مصل کے ہیں نقش پہلوؤں کو چھاپے ہیں

تھاق پرست ق کے لئے جان دو گیا
 ہرنیکے بدکی قوم کو پہچان دے گیا
 جو خفہ گمانِ بخت تھے اُن کو جگا گیا
 اعجازِ مرگ اپنا جہاں کو دکھا گیا
 رفعت کا اپنی چرخ پہ سکہ جمبا گیا
 معراجِ مانعہ آئی شہادت جو پا گیا
 رتبہ بڑھایہ قتل سے تو قید ہو گیا
 قبضہ میں اس کے خلد کی جاگیر ہو گیا
 ہو کر شہید سایہ رحمت میں آ گیا
 حق میںوں سے حق کی عبادت میں آ گیا
 دنیائے دوس سے منزلِ راحت میں آ گیا
 باغِ جہاں سے گلشنِ جنت میں آ گیا
 حاصل ہوئی بہارِ گل عینِ جاوداں
 رولق وہ شانی سے کرنگا بڑھاں

خونِ آرزو

(ار مثنوی رام مہب اور لال صاحب جو یا آنو لوی)
 تیرا دل صرف غم لے اور ہندوستان کیوں ہے -
 کلیم کیوں تیرا شق ہے بڑے لب پر فغاں کیوں ہے
 ترے غم کا فسانہ، آہِ خوں کی داستان کیوں ہے
 ترے دکھ کی کہانی سن کے، روتا آسماں کیوں ہے
 ہوا خونِ ناپہنولِ آج، آنکھوں سے روال کیوں ہے

قربان جان کر گیا تنظیم کے لئے
 نیچا ہوا اسی کے لہو کا ہے یہ چمن
 جس بزم قوم کا تھا وہی شمع انجمن
 دلی میں بھرتا تھا جلوہ جاسنڈی وطن
 بھڑکا ہوا تھا آتش الفت سوتن بدن
 وہ میٹ گیا۔ بٹے گی نہ شہی جان سے
 ہوگی ترقیوں پہ۔ نئی آن بان سے
 ڈالی ہوئی اسی کی بے افتاد گرد کل
 رکھی تھی اپنے ہاتھوں سے بنیاد گرد کل
 وقف عمل رہا پیئے اسد او گرد کل
 چاہی کبھی کسی سے نہ کچھ داد گرد کل
 کہہ لیں وہ درگاہیں کہ امت لٹ گیا
 تعلیم علم وید کے دریا بہا گیا
 اوصاف بھی اچھوتوں کا مد نظر رہا
 مصر دن کار و دم میں اسٹوں پہ رہا
 کی اس نے دل سے خدمت قومی جدید
 چھایا ہوا زمانہ یہ رنگ اثر رہا
 اس گلیہ کی آہوتی میں یلیدان ہو گیا
 سیوا میں ملک قوم کی وہ جان ہو گیا
 مختا سوامی شتر تانہ وہ شیر زبان قوم
 جھکتے تھے جکے آگے سر دشمنان قوم
 آواز ملک قوم تھی۔ اس کا بیان قوم
 رکھتا تھا اپنے منہ میں وہ گویا زبان قوم
 گم کردہ کان راہ کو رستہ بنا گیا
 آئینہ مراد کا جلوہ دکھا گیا
 سب مشکلات کے لڑ سینہ پہ تھا وہ
 ڈرتا نہ تھا کسی سے کچھ ایسا نہ تھا وہ
 حق کو تھا۔ حق شناس حقیقت کو تھا وہ
 قلب صفا پہ آنکھ تھی۔ ہل نظر تھا وہ

علم و طاقت ایشور لگا وہ ہو گیاں جہل کا دنیاۓ دوسرا ہم سداۓ نشان
 لکھ دیا جو کچھ تھا لکھنا رک لے اپنی زبان رکھ دیا کاغذ پہ حق گو جو کہ تھا دلیں پہاں
 ساری دنیا دہرم کے آپدیش ہو جت ہو
 جہل کی تعلیم غارت ہو گئے ہر رات بنے

شہید اکبر

(امت از الشعراء مثنیٰ پیلے لال خسار و نقی دہلوی)

وہ رہائے مذہب و ملت کدہ ہو گیا وہ پشادہ خضر طریقت کدہ ہو گیا
 وہ آفتابِ رُوح شرافت کدہ ہو گیا وہ روشنی شمع ہدایت کدہ ہو گیا
 جو جلوہ ریز نورِ صداقت تھا قوم میں
 جو آشنائے ریزِ حقیقت تھا قوم میں

وہ جاں نثار قوم نہیں آج قوم میں وہ انتخابِ قوم نہیں آج قوم میں
 وہ ذی وقار قوم نہیں آج قوم میں وہ نامدار قوم نہیں آج قوم میں
 ہو کر شہیدِ زندہ جاوید ہو گیا

منا یہ اس کا۔ اس کے لئے مجید ہو گیا
 دیرِ حبِ قومِ ربا دل میں معجزان ہو لانا جیتے تھی کبھی وہ الفتِ وطن
 شاداب اس کے دم سے یہ قوم کا چمن ہے اس کی یادگار جہاں شدی سنگین
 پیدا ہو اہتا دیدوں کی تعلیم کے لئے

عقل کے دشمن سمجھو یوں ناگزیر گناہ میں ایک سو دو چند ہو جائیگا اس کا بانگین

شکستیں شدہ ہیں۔ یہ دونوں ایثار کا کام ہے
حیرت انگیز کر کے کوشش وہ مذہب خام ہے

چشم میاں دیکھتی ہے جہاں پیکر سواری زبان حال سے پود نشان
دین اخلاق پر انصاف ہے اک لوح خوان عقل کی میت ہے مذہب کا جنازہ سداں

کون سا دین قتل و غارت میں ہو حکم خدا
بے نتیجہ تصاف۔ مذہب کی غلط تعلیم کا

سنتے ہیں حکام کے آگے ہے قاتل کا بیاں قتل کا فرسے میگی مجھ کو جنت بے گماں
غافلوں کے دل پہ ہے تعلیم مذہب کی عیاں غیر مذہب کہ یہ کافر جانتے ہیں ہر زماں

بدلتی پاک سے حکم کر دے اس تسلیم کو
ماں مباد و ایک شدہ ہے غلط تعلیم کو

جس طرح بچوں سوئی تھے جوری ہم بھی نہیں یہ دھیت ہر طرح سوئی گی ہم پوری کریں
اس جو انداز سے سچائی یہ ہم بھی جانیں دشمنوں کی گولیوں خنجر کو سینہ پر سہیں

نخل کو شہی کے ہم نشو و نما دین خون سے
پاک ہو دنیا۔ مکتب جہل کی معجون سے

لور افشان ہوں رہا بہر میں شہی شکستیں پھر بزدلی رست کا نا سفر ٹھہرے وطن
لہلہا رکھ جنت ہو کے جہالت کا چین یکدلی ہو جائے مذہب میں ہو دینی زیر کفن

و آدم کی دھوئی سے خبر بیز ہو سارا جہاں
نور سے بہر پورے ہو زمین و آسمان

پستی چوراء تھی دی اسے قبول کی
 حاجت شفاعتوں کی نہ طاعت قبول کی
 سوامی کو کون کہتا ہے ناپید ہو گیا
 ہو کر شہید زندہ جادید ہو گیا
 دنیا میں جو کہ طالبِ امیب ہو گیا
 زندانِ آبِ دُگل میں ہی تیب ہو گیا
 حق گوئی اپنا شیوہ حق گوئی نام و
 کا دُوب کی اپنے ساتھ ترک کی تمام ہے

شرعی سوامی جی راج سیکھ نو اسی کا ماتم

(از حق گو دہوی)

بزدلوں و ارجھپ چھپ کیا متز دیر سے
 جب شکستہ دل ہو تھریر سے۔ تھریر سے
 لرزہ بر اندام تھے سائے جواں اک پیر سے
 ورنہ کیوں چلا اٹھے شہر ہی کے اک ہی تیر سے

دشمن بدیہ نہ بھجیں قتل سوامی کو کیا

مشہر عالم میں اپنے دین کی غمی کو کیا

اک علیل و ناتواں پر یوں ریوا لور کیا چلا
 منتظم سازشیں پردہ ہو یہ شک ہو گیا
 اس طرح پروار کر دے ایک کی جرات ہو گیا
 فرد تھا خفیہ جماعت کا ہے چرچا جا بجا

ایک تبت سے عذائے بد میر تھو تاگ میں

تھے ہی منصوبے سوامی کو ملا دیں خاک میں

اس طرح شہر ہی کے رتہ میں ہو کر انہن
 اور بے جا بیگا جو کا ٹاپے دیں سنگھٹن

وہ جلوہ گاہِ رازِ حقیقت تھے آپ ہی
 بد نظر سپاس تھی بُزدل کی آپ کو
 تشنہ لبی پر رحم تھا قاتل کی آپ کو
 آسائیاں جو دینی عینِ مشکل کی آپ کو
 منظور تھی ہر پُرگِ بے ل کی آپ کو
 پیاسوں پر آگِ یزید کے پنجہ لگایا
 قاتل کو اپنے آپ نے پانی پلا دیا
 مشہور ہے جہان میں اخلاق آپ کا
 چھوڑوں پہ بھی دھنچکا تھا اشفاق آپ کا
 ہے نام یوں بھی شہرہ آفاق آپ کا
 حامی تھا ہر دوش پہ وہ اخلاق آپ کا
 جو کام دستِ پاک میں تھا کامیاب تھا
 دشمن کا دل و دھیم کلجہ کباب تھا
 ندھی و سنگھٹن سے ہر اسلامیوں کو کد
 نہ جک انے ہوتی ہیوں خایوں کی حد
 سوچے نہ بد سیرتِ ذرا دل میں نیک نہ بد
 قاتل کو دے ہے میں جو ہر طور سے مدد
 عیسانی اور دوسرے نہ بے خوش ہیں
 لیکن محمدی ہیں کہ گم کردہ ہوش ہیں
 جس دین پہ تھا ناز وہ بیعت مر گیا
 پرچ کو دھجھوٹ کہتے ہیں ایساں کد مر گیا
 عصیاں میں غرق اتنے ہیں درج بھی چڑ گیا
 پانی گناہ گاری کا سر سے گزر گیا
 نارسقہ کے لب پہ ہے اب الامان کا شور
 بچاؤ کہا یگا کبھی اس بد زباں کا شور
 سوامی تھا۔ دید کی وہ شرمیت پرست تھا
 دشمن محمدی تھے کہ وحیت پرست تھا
 شرک و دوتی سے پنج کے حقیقت پرست تھا
 عصیاں ہوں سوختہ وہ طریقت پرست تھا

روحانیوں کے دل تھوڑے ہی میں تھوڑے
جا پہنچے لیکے گیان کا سوچ یہ نامہ

اپدیش سسٹکے دہرم کا تسکین پاچے
بیکٹھ میں لو اس کو پھر گھر بنائیں گے

اخلاق سے فرشتوں کو انساں بنائیں گے
سوامی جی اب وہاں بھی گور وکل چلائیں گے

بزمِ فلک میں نور جبریں گے شور سے
ہرزہ بڑھ کے آنکھ ملائیں گے طہ سے

روتے ہیں لوگ آہ سوامی کدھر گیا
پشت و نہاد تھا جو دد امی کدھر گیا

وہ آفتاب چرخِ حقیقت کہاں ہے آج
وہ رہنمائے شانِ طریقت کہاں ہے آج

وہ مخزنِ نایضِ محبت کہاں گیا
وہ نیرِ سہرِ فضیلت کہاں گیا

وہ چارہ سازِ درجِ راحت کہاں ہوا
ٹوٹے ہوئے دلوں کی رہ تھا کہاں ہوا

مسجد کو چار چاند لگائے علوم سے
لیکچر وہ ایک دلی کا دیا جا کر دہوم سے

منبر کی شانِ عرش پہ پہنچی قدم سے
تخمین کا خراج لیا شامِ دردم سے

وہ بادشاہِ ملکِ محبت تھے آپ ہی

شہر سی کے دوتا کو مارا ہے دن ڈنڈ
 ہو کیوں نہ ہنڈوں کی اکھڑا سو خون جاری
 شہر سی دنگھن کا پرچار ہم کریں گے
 کر دیئے ہم وطن میں ویدیں کا سیکہ جاری
 شہر ہی برکتش روشن دنیا میں بھل چکا
 قاتل نے ہے گلہاری اپنی ہی چڑہ پھاری

شہید کر بلا

(از حق گو دھڑلی)

رشتہ تہا سوامی جی سے قریب بید کا
 ماتم ہمارا ملک میں قومی شہید کا
 کیونکر اثر نہ دل میں ہو ظلم شدید کا
 اک فعل دوزخی تھا نیز یہ پلید کا
 ہر قطرہ ان کے خون کا نیڈنگ ساز
 شہر ہی کا کار ساز ہے جادو طرانہ ہے
 جنت کی شان دیکھ لو کہ خرید کی
 جاگیر مار ہو گئی عبدالرشید کی
 طالب ہیں ساری قوم سہنی مزید کی
 یونہی گریں جو خاک پہ خون شہید کی
 اب نکلہٹن پہ اور لگی ہے خون کی
 قلعی کھلی دشمن باد کے جنوں کی

دل اٹھایگا جلازہ حسروں کا کس طرح
 شمع پر دانہ سے ڈراور آو آتشباری
 سر کے بل تجھ کو گرا بیگا ترا غیظ و غضب
 یہ فیروں کا کندل ہے نہ کراتنا غرور
 ناخن تدبیر سے مشکشانی ہو چکی
 ایک دن بیت خدا ہو جائیگا لے شیخ جی
 لے دل شیدا ہو قیابِ فرطِ رنج سے
 نذر قیوں پر ترے یہ جانِ دلِ یوسفِ دماند

آہ بارگاہوں - افوس یہ شانہ ترا
 جل بھیگا ایک دن یہ شامی کا شانہ ترا
 ٹھو کریں کھیلو ایسا یہ پوشِ مستانہ ترا
 جا بیگا مٹی میں مل یہ تاجِ شانہ ترا
 ہو گیا ثابت کہ بس بیکار ہے شانہ ترا
 گر رہا زوہدوں کچھ دن اور تجھ نہ ترا
 دہریس کوئی نہ اپنا ہے نہ بیگانہ ترا
 بہا گیا دل کو مرے اندازِ جانانہ ترا

تجھ پہ روشن ہوئی شاید حقیقت آشکار
 دیکھتے ہیں ہمیں عرصہ کی نصیر نہ ترا

شردمانہ فٹ کیلئے اسل

(نیچے فکرِ خراب نصیح الشعراء بالوفکن چند بجا روشنی لے دیکھیں باقی)

سن لو اے قوم والو! فریاد تم ساری	} ہم کیوں کی سن لو اگر تم بھی آہ داری
سردی کے مانگتے ہیں تم سب دہریس کی بھگتا	
پیسے کا موہ چھوڑو کچھ نیک کام کرو	
دیکھ سکھ میں سب تہذیب پر مانا سیدگا	

دل کی فساد

از فصیح الشعر ابراہیم بو فکین چندر صاحب روشن بینی۔ ایل۔ ایل۔ بی۔
 ہم قوم کا سوامی کو پر دانہ کہیں گے
 در ہے کہ فرشتوں کی نیندیں اچھ جائیں گے
 جاتے ہیں کہ ہر سوامی کی عشق میں جان دیں گے
 دھوکے سے اسے مارا تھا خوف خطر جبر کا
 محشر میں کھلیں گے جیب اعمال کے سب دفتر
 دہ تختہ عالم پر شرمی کا سجا ڈونکہ
 چکیں گے صداقت کی جڑیں ہر درم و دوہ

غیروں کی جڑیں روشن شدہ جی پلا دی ہیں
 ہم قول کے ہیں صادق بیجا نہ کہیں گے

چار آنسو

از فصیح الشعر ابراہیم بو فکین چندر صاحب روشن بینی۔ ایل۔ ایل۔ بی۔

آج اے جاتی نہ ساتی ہے نہ پیانہ ترا
 ذکر سے تیرے ٹپکتی ہیں جگر انگاریاں
 کس سو دیکھا جائیگا حال غریبانہ ترا
 خون کی لیریز ہے، و قوم افسار ترا

دلِ مقتول کی خواہش کنو ایش مند بن جاؤ
 ہونگا لالہ ماتم سے نہ اشکوں کی روانی سے
 نہ کچھ مطلب برائیگا ہماری نوحہ خوانی سے
 نہ حاصلِ نِزائی سے نہ کچھ جوشِ میلی سے
 بس اب بن جاؤ شہرِ دامتد لیکن ساؤ دمانی سے
 کہ بند و ماتر کے نقصان کا نعم البدل ہو یہ
 ہمیں جو علم ہے یتیمِ محتاجِ عمل ہے یہ

قاتل سے خطاب

(از نوحہ ماتم)

سو دغاِ حجتِ قتال شہرِ تھک کو
 بند وہیں یا مسلمان سب صحیحِ بخت
 پکڑ لگا روئےِ عشرِ خونِ نقیبِ تھک کو
 تو نے جلادے ہیں کجبتِ دلِ کرڈوں
 مطلق کرے میں برناؤ سپرِ تھک کو
 نارسق میں جھونکے ربّتِ پر تھک کو
 آیا نظر نہ اپنا کفر کبیرِ تھک کو
 آباؤ کا فیروں سے ہندوستان ہو سارا
 جنتِ دلاہی دیتا ہر راہگیرِ تھک کو

توڑا ہے پھول تے وہ قوم کے چمن سے
 فریاد اٹھ رہی ہے ہر ایکِ انجمن سے

(مختم)

مخالف جان دل وغیر ناکار ہے شہر کی کہ چڑچڑ کر جازہ جس نے لکھ مارا ہے شہر کی
نظر آتا نہیں اس کو تو کیا مارا ہے شہر کی جازہ جس کو کھلے ہے وہ گہرا ہے شہر کی

ابھی کم سن ہے یہ بچہ جوانی آئینا لی ہے

ادھر ہر ایک بیگم بن کے رانی آئینا لی ہے

جسے کچھ معطل ہے جو نیک بد ہو جاتی دیوی کھڑکھڑے کو بدھی ہو جو بچا پتی دیوی

بینی آریہ دیوی تنگی بھرتی دیوی بنی اصری بیگم کی حسرتی دیوی

ہمارے پاس آئیں گی ہماری ماں بن بیٹی

کہ اصل دسل ہو مند دساریاں بن بیٹی

نہ ہرگز آریہ تانا تہ میں مصمام لیتے ہیں کہ شتر دس و تہن ہ شانسوں کا کام لیتے ہیں

طنچہ کا چھری کا تیغ کا کب نام لیتے ہیں کسی کو جبکہ گرتا دیکھتے ہیں تمام لیتے ہیں

سکھاتا دمرم ان کا بھی تو یہ بھی شت خوں کرتے

کہ کھتی نام کا رخا در کار زبوں کرتے

تناخ ماننے والے میں کیا میاں کی ٹکڑی کو کہ دم لینا سمجھتے ہیں ہمیشہ دم لکھنے کو

ابھی آئے ہیں سلامی ہفتوں کا سر کچلنے کو گئی ہیں توشہ خانہ تک نیا جامہ بدلنے کو

محبت سے مسلمانوں کو اپنے ساتھ رکھیں گے

بغل آئیں چوٹی جسکے سر پر تانہ رکھیں گے

کر ڈروں ہندو نہیں آج کیا ایسا نہیں کوئی سنبھالا کلم ان کا ہو کے سدا نہیں کوئی

کریں یہ لگیمے سب مل کر ہو چیں جیوں کوئی بجائی وید کا ڈنکے میں کوئی کہیں کوئی

اگر شہر ہی میں شرد پڑے تو شردا تاندا نچاؤ

ضعیف، عمر، محسن، ناتوان، بیدار، سیاسی زناؤں کی چھری سی ہوئے ایسے خون کی پیاسی

کر لگاؤں ایسی بُندی۔ ایسی دغا بازی

ارے کجست تو تو، بچروں سے لے گیا بازی

وئے دُشمن دیا ہے جھکوا میری کی حالت میں طے تھے بے لطف تجھ سے لطفِ علالت میں

گرتے تو گولی مار دی خوش جہالت میں دکھایا یہ کہ ہمہ فرق صالت و زوال میں

تجھے معلوم ہے؟ اس وقت کیا پتلی کہتی تھی

ارے شیطان! تیرے منہ پہ وہ لاجل کہتی تھی

اُسے افسوس تھا میں نہ تیرا پاک میں آئی مقامِ شرم سے چھپ کر جس دُشاک میں آئی

جلا جاتا ہے دل کیوں مت غیر ناک میں آئی غضب و اکِ بزرگ ناتوان کی ناک میں آئی

چلا کرتی ہوں میں مودی تیرے کشتیر تیرے

ادھر جی چلایا لمسے پر دسا پر فیلروں پر

مجھے معلوم تھا تو یہاں برگز نہ آئی میں نشانہ اپنے لایو اے بُزدل کو بناتی میں

میتا ہے دردِ فاقہ جس سرودہ گولی نہ کھاتی میں ہوا خونِ ناحق و کسبِ سوارِ چھاتی میں

کہیں گی دیکھنے کیا کیا مجھے بھولیاں میری

پرستش گاہ میں داخل ہوئی میں گولیاں میری

دھرم پیروی افسوس چھپیں جب آیا ہوئی تیشیں تاریخ اور دنِ خشنہ کا

چتر تھی پیش کرشناست افسوس تراسی تھا مجھے تھے کوئی سدا چہا ہو آئی تھی سدا چہا

اٹھی بستر سے شد ہی کان پر اکِ فیر مہینے

ہوا آغاز کار اب خاتمہ بالآخر ہوئے سے

نہ قاتل اپنی جنت سے سیرام شہید آیا
 کسی تحریک پنہاں سے یہاں عبد الرشید آیا
 دلیری سے کہاں پستول ظالم نے سنبھالی تھی
 غلامِ مذستہ اپنی زندگانی بیچ ڈالی تھی
 شقاوت بھر رہی تھی دلیس لیکن جیلانی تھی
 عدوت تھی نہ کہینہ تھا حفظِ اجرتِ عظامی تھی
 غلط کہتا ہی قاتل میں ہوا اسلام پر قرباں
 کیا اسلام کو بدنام ہو کر دام پر قرباں
 طلبِ پانی کیا تھا جیلہ تشنہ دہانی سے
 لہو کی پیاس بھی بجھتی وہ کہو نہ کر صرف پانی سے
 چھپا یا جذبہ ناپاک کو گولن ترانی سے
 مگر خونخوار تھا جو کا نہ آخر خون نشانی سے
 لہو کے داغِ فوجِ گوی قاتل کے جاے پر
 گنہ گاری کی بہرین لگ گئیں اعمالِ بے پر
 دلاور و صرم نگہ و دہرپال آؤ نظرِ دونوں
 دہیں ہو جو تھی سوئی کی سوکھ دیر دردِ دونوں
 مگر قاتل کے منصوبہ سے مطلقِ بچہ و دونوں
 ہوئیں فیریں تو فیرِ پیل پر شیرِ سردِ دونوں
 بہادران کو کہتے ہیں کہ خونی کو دبا بیٹھے
 بھری پستول کی پرواہ نہ کی سنبھلے آ بیٹھے
 کشاکش میں میں ظالم نے اپنی فیر بھی کر دی
 مگر گنہگار بیگناہ سے شانِ بے غمِ دی
 بہت کچھ خون نچلا پھر بھی چہرہ نہ بھٹی زردی
 نہ اپنے درد کا تھا دہل بے جوشِ جہدِ دی
 پڑی بے بیخ کایر تا چڑھی ہے دیرِ اسپر
 کچھ تصویرِ دونوں کی یہ یوزیشن کیا سندر
 کیا دلی تو اسی کو اسے سہرگ کا باسی
 تعجب ہے کہ کہو میں بہاؤ لی لگ گنگا سی

نثر و مباحث

(از نثر تا نثر پر شاخ و شاخیت اب مالک بقیاب پرننگ در کس دلی)

رباعی

یہ خامہ ہے آج ہے پتول کی نال
مفقود مراد و مدعاے دشمن
نقطے بھی نکلتے ہیں تو گولی کی مثال
اک فیر نے بقیاب کیا سب کو حلال

ایضاً

قابل ہے چلا کے وہ طنزِ خوریز
گلگیر نے سر شمع کا کیا کاٹ دیا
شہیز کو شادی کے لگا دی مہینہ
محل میں ہوئی روشنی اب اب بھی تیز

مسدس

نظامِ نظم کی کیا یہ فقط و حرفِ نظم کے ہیں
حرفِ ن کو نہ سمجھیں آپ یہ آئو نظم کے ہیں
مرے شاہ کب پابند اندازِ نظم کے ہیں
جڑ کے داغ بگر مینہ کا تہ پہ چمکے ہیں

سخن گوئی نہیں ہے یہ جلدِ دل کے پھچھو ہیں
کسی کو برگِ گل ہیں یہ یکویم کے گولے ہیں

اُڑاے کو نشانہ خود بخود کیا تیر چلتا ہے
قلم جس وقت کا خدِ پروم تحریر چلتا ہے
کمان کو نہ در سحر وہ جانبِ پنجر چلتا ہے
کسی کا تھہری گویا پائے تدبیر چلتا ہے

سوامی کا سوامی سے ملاپ

بجھڑنے والوں کا ملاپ

مرتے مرتے بھی پہننا سکھا کر چلے آئے
 آپ کی ہستی مٹی یا تصویر پرستقلال مٹی
 کب چٹنے سے کلیجے میں ہوئے سولخ تین
 لگا گئی اب خون کی دھاروں سے بکلی داغ میں
 کیس نہ ہی کا نہ اب تیغ کے قابل رہا
 اب چلیں شہس کے پوئے کی جڑیں نال کو
 حاسدوں کو تھا شرافت اور صالت پر غور
 دیکھ کر قاتل کو اپنے محض بزدل زخمال
 مایہ تھا نہ اوروں پر پڑے گرد و غبار
 کوئی ماں کا مال ہو اب آگے سجاد نشیں
 دیکھ لو آتش کی لاشا اور نور تھ کا ومان
 آگیا تھا بن کے اگنی۔ بان۔ اگنی کا پیام
 ہو گئے قیاب شردمانند سوامی جب شبیا
 ملا تھ ملا رستہ مہر

یہ امر جیون کا نسخہ تھا بتا کر جل رہے
 گولیاں پتوں کی سینہ پہ گھا کر چلے آئے
 تین اکثر آدم کے دلمین دیکھا کر چلے آئے
 دیر پتروں کے لئے رستہ بنا کر چلے آئے
 فیصلہ پر خون کی مہر میں لگا کر چلے آئے
 خون دل سے باغباں پانی لگا کر چلے آئے
 آنا تھا انہیں بس آنا کر چلے آئے
 جھکڑی کی چڑیاں کر میں پہنا کر چلے آئے
 دھرم کے پتھ میں لہو اپنا بہا کر چلے آئے
 آپ تو مجھ میں پو تر آسن بچھا کر چلے آئے
 چلے دن جو ہو جی صورت دیکھا کر چلے آئے
 یوں شرن میں اگنی کی آندیا کر چلے آئے
 دھیر پہ اوڑھتوں سب دامن چھڑا کر چلے آئے

اوم ابتدائے کلمات

دنیا میں کوئی دہرم ہزار اونچا اور سچا ہوئے پر بھی تب تک نہیں پس سکتا جب تک کہ اس کے شیعہ اُچی اور فدائی پر چلک اپنی شہادت کے خون سے اس کے سچا ہونے کی مہر ثبت نہیں کرتے۔ ہندو جاتی اس بات پر سچا فخر کر سکتی ہے کہ اس نے آج تک ہرم کے نام پر مائے والے نہیں بلکہ مرے والے پیدا کئے ہیں اور کافی تعداد میں پیدا کئے ہیں ۛ

سوامی شرومانند جی نے اپنی شہادت سے وہ کام کیا ہے جو ان کے خیالات کے پرچار میں سچ جی بجلی کا کام کر لگا۔ سوامی جی کی اس بے دواغ شہادت اور اسلامی تعلیم کی جہادی اسپرٹ پر ہندو شعراء نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ انہیں ناظرین غور سے پڑھیں دروچیں کہ ہندو جاتی اختلاف رائے رکھتے ہوئے بھی ان حالات کو کس نگاہ سے دیکھتی ہے ۛ

مُولِف

پیام شہید

یعنی

شہید ہر شہری سوامی شرومانت جی مہاراج

از دھناک قتل پر پند شاعر گو دلی جناب

مقتبہ شہری شانت سوامی۔ الو جھوانت جی مہاراج

ماٹھو چاند گپتا نے شرومانت جی مہاراج کی طرح کیا

قیمت فی کدہ ۱۰

(مطبوعہ تیج پریس دھلی)

بار اول۔ تعداد ۲۰۰۰

